لکھنؤ
تعمیر حیات
پندرہ روزہ

ملک قوم سے، قوم ملک سے نہیں

"اگر کوئی قوم بزدلانہ اور غلامانہ سیرت اختیار کر لے، اس کے اندر سے خودداری، بلند حوصلگی اور اخلاقی جرأت کے صفات نکل جائیں، وہ پیسے کی خاطر یا ڈر دھونس سے بالکل اپنی مرضی کے خلاف ہر کام کر سکے، وہ یہ سمجھنے لگے کہ ہر قیمت پر زندہ رہنا اور ملازمت وعہدہ کو برقرار رکھنا ضروری ہے اور اس میں ضمیر، اصول، غیرت و خودداری کا کوئی سوال نہیں، تو پھر اس ملک کے لئے خواہ وہ سیاسی، اقتصادی اور تعلیمی حیثیت سے ...... کتنا ہی ترقی کر جائے کچھ خوش ہونے کی بات نہیں کہ ملک قوم سے ہے، قوم ملک سے نہیں، اور قوم اپنی سیرت اندرونی صفات، خودداری اور اخلاقی جرأت سے ہے معیار زندگی کے بلند ہو جانے اور وسائل معیشت کے حاصل ہو جانے سے نہیں۔"

(مولانا سید ابوالحسن علی ندوی)

Regd No. LW/NP 56
Phone :- 42948 / 49747
TAMEER-E-HAYAT
Fortnightly
(NADWATUL-ULAMA LUCKNOW 230007 (INDIA)

مدرسہ فلاح المسلمین (تیندوا) میں ایک روح پرور اجتماع

ترتیب : عبدالخالق اعظمی

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد ہندوستانی مسلمانوں کے لئے بڑے مسائل پیدا ہو گئے تھے ایک طرف ان کی ہزار سالہ حکومت کی یادگار مٹ رہی تھی تو دوسری طرف احساس شکستگی ان کے رگ و ریشہ میں سرایت کر رہا تھا، یہ صحیح ہے کہ مسلم حکومتوں کی موجودگی میں دینی درسگاہوں کو کوئی خاص تقویت نہیں ملی، لیکن اتنا ضرور کہا جا سکتا ہے کہ ۱۸۵۷ء کی آزادی کے بعد مذہب پر جتنے شدید حملے کئے گئے اس سے قبل کبھی نہیں کئے گئے تھے، ملک پر انگریزوں کے مکمل تسلط کے بعد ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ ہندوستانی مسلمان اپنے تمام ملی تشخصات کو کھو دیں گے، عیسائی مشنریوں نے مسلمانوں کے سارے تہذیبی، مذہبی، ثقافتی سرمایہ پر اتنی شدت سے حملے کئے کہ اس اسلامی مذہب کے مزاج میں دوام و استقرار نہ ہوتا تو شاید یہ ملت اپنی انفرادیت کھو بیٹھتی، ایسے تاریک حالات میں مسلمانوں کی راہ نمائی کے لئے علمائے کرام میدان میں اتر پڑے اور ہندوستان کے چپے چپے میں مدارس کا جال بچھا دیا کہ انھیں مدارس کے ذریعہ برباد شدہ تہذیب کی بحالی اور دینی تعلیم و تربیت کی نگرانی کی جائے گی۔

۱۸۵۷ء سے اب تک مدارس اور مکاتب کے قیام کا سلسلہ برابر جاری ہے، اسی سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی مدرسہ فلاح المسلمین تیندوا کا قیام بھی ہے جسے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحب نے دارالعلوم ندوۃ العلماء کی شاخ کی حیثیت سے پندرہ برس قبل قائم فرمایا تھا۔ ان اطراف میں مسلمانوں کے حالات کے پیش نظر اس جیسے مدرسہ کا قیام نہایت ضروری تھا حضرت مولانا نے اپنی دینی بصیرت، دعوتی ذوق اور مسلمانوں کی نئی نسل کی تعلیم و تربیت کے جذبے کے تحت اس مدرسہ کے قیام کی شدت سے ضرورت محسوس کی اور خلوص و صداقت کی بے پناہ قوت کے ساتھ مدرسہ کا سنگ بنیاد رکھ دیا، یہ مدرسہ پندرہ برسوں سے مولانا کی مخصوص نگرانی اور ان کی دعا کے سایہ میں پروان چڑھ رہا ہے۔

اس مدرسہ میں متوسط درجہ تک تعلیم دی جاتی ہے اس کا نصاب تعلیم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے نصاب تعلیم کے مطابق ہے، اس لئے طلبہ متعینہ نصاب کی تکمیل کے بعد ندوۃ العلماء لکھنؤ آجاتے ہیں اور یہاں پر اپنی بقیہ تعلیم کی تکمیل کرتے ہیں، مدرسہ فلاح المسلمین کی سعادت اور اس کی تعمیر و ترقی کی ضمانت کے لئے یہ کافی ہے کہ اس کی صدارت حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی فرما رہے ہیں اور نظامت کے فرائض مشہور سوانح نگار اور ماہنامہ "رضوان" کے ایڈیٹر مولانا محمد ثانی حسنی ندوی فرماتے ہیں، جن کی سنجیدگی، اصابت رائے، اور دینی شعور کی بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان کی رہنمائی مدرسہ کے لئے فال نیک ہے۔

حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کی قیام گاہ "رائے بریلی" کے مشرقی جانب "تیندوا" ایک موضع ہے جہاں یہ مدرسہ قائم ہے، اس مدرسہ کے اطراف و جوانب میں مسلمانوں کی قابل لحاظ آبادی نظر آتی ہے یہ وہ غیور اور بہادر باشندے ہیں جنھوں نے تاتاریوں کی سیل بلاخیز کا مقابلہ کیا تھا اور اس جنگ میں بے پناہ بہادری اور قربانیوں کا مظاہرہ کر کے اپنا لوہا منوا لیا تھا، چونکہ جغرافیائی لحاظ سے وہ ایسے مقام پر بستے ہیں جہاں وہ ہمیشہ دفاع کی پوزیشن میں رہے اس لئے وہ گھوڑ دوڑ اور جنگی مشق و مزاولت کا ہمیشہ التزام کرتے تھے۔

دینی نقطۂ نظر اور اصلاح و تربیت کے رشتے سے بھی وہ بہت عظیم نسبتوں کے امین ہیں اور حضرت مولانا شیخ محمد امین صاحب اپنے علم و معرفت، دینی بصیرت اور علم و فضل کی وجہ سے اس منصب پر تھے کہ وہ اس بہادر اور غیور قوم کی اصلاح کر سکیں۔

۲۴ مئی ۸۰ء کو مدرسہ میں سالانہ جلسہ منعقد ہوا جلسے میں علماء، دانشور اور ماہرین تعلیم کے علاوہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے باقاعدہ شرکت فرمائی۔ مولانا محترم کے علاوہ مولانا سید ابوبکر حسنی ندوی استاد جواہر لال یونیورسٹی دہلی، مولانا معین اللہ صاحب ندوی نائب ناظم ندوۃ العلماء، جناب قاری محمد صدیق صاحب باندوی، مولانا محمد الرابع حسنی ندوی صدر شعبۂ عربی ندوۃ العلماء لکھنؤ، ڈاکٹر محمد اشتیاق حسین قریشی اور جناب عبدالکریم پاریکھ نے جلسہ میں شرکت فرمائی۔

مولانا سید ابوبکر حسنی کی صدارت میں جلسے کی کارروائی شروع ہوئی، سب سے پہلے اسی مدرسہ کے ایک طالب علم نے قرآن کی چند آیتیں تلاوت کیں پھر مدرسہ کے دوسرے طلباء نے اپنے دینی، ثقافتی اور ادبی پروگرام پیش کئے، پروگرام انتہائی دلچسپ اور متنوع تھا جس سے طلبہ کی مستوی، ذہنی اور فنی صلاحیت اور اساتذہ کی تربیت کا اندازہ ہوتا تھا، طلباء کے پروگرام کے بعد علمائے کرام کی تقریروں کا سلسلہ شروع ہوا، مولانا عبدالکریم پاریکھ صاحب تشریف لائے اور دینی تعلیم و تربیت کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے حصول تعلیم کی بڑی دلنشیں تشریح فرمائی، موسیٰ علیہ السلام کی حضرت خضرؑ سے ملاقات کا تذکرہ اور موسیٰ علیہ السلام کا حضرت خضر علیہ السلام سے حصول تعلیم کا شوق اور اس سلسلہ کی قرآنی آیتوں کی ایسی دلنشیں تشریح فرمائی جس سے ذہنوں میں تعلیم کی عظمت کا احساس بیدار ہوا۔

پاریکھ صاحب کے بعد ڈاکٹر اشتیاق قریشی تشریف لائے اور ہندوستان کے مختلف فرقہ وارانہ فساد کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ آج ہندوستان کا ہر شہری بے چین اور مضطرب ہے، برادران وطن کے ذہنوں میں مختلف قسم کے شکوک و شبہات پائے جاتے ہیں جو مختلف تاریخی شکایتوں پر مبنی ہیں۔ ضرورت ہے کہ ان شکوک و شبہات کو دور کرتے ہوئے خوشگوار فضا پیدا کی جائے اور یہ اسی وقت ممکن ہے کہ تعلیم و تربیت کا نظام درست ہو اور دینی و اخلاقی تربیت کی، اس طرح چمن بندی کی جائے کہ اس کی خوشبو سے برادران وطن کے فکر و شعور معطر ہوں اور ان کے سوچنے کا انداز بدل جائے۔

آخر میں حضرت مولانا تشریف لائے اور قرآن کی آیت "أم كنتم شهداء اذ حضر يعقوب الموت اذ قال لبنيه ما تعبدون من بعدي قالوا نعبد الٰهك واله آبائك ابراهيم واسمعيل واسحق الخ"

مولانا نے مذکورہ آیت کو اپنی تقریر کا موضوع بنایا، حضرت یعقوب علیہ السلام کی وفات کا وقت قریب ہوا تو آپ نے اپنی اولاد سے پوچھا کہ میرے بعد کس کی عبادت کرو گے؟ تو سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ ہم اس خدا کو پوجیں گے جو آپ کا رب ہے اور آپ کے پیشرو لوگوں کا رب ہے۔ حضرت مولانا نے یعقوب علیہ السلام کی اولاد کے جواب کی طرف لوگوں کو متوجہ فرمایا، آپ نے کہا کہ یعقوب علیہ السلام کی تربیت کا یہ فیض تھا کہ ان کی اولاد نے برمحل جواب دیا، اس جواب کی درستگی کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ ان کا تعلق ایسے عالی نسب خاندان

(بقیہ صفحہ ۱۲ پر)

پندرہ روزہ

تعمیرِ حیات

شعبۂ تعمیر و ترقی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

جلد نمبر ۱۷	۲۵ جولائی سنہ ۱۹۸۰ء ــــ ۱۱ رمضان المبارک سنہ ۱۴۰۰ھ	شمارہ نمبر ۱۸	

شرح تعاون

اندرون ملک ــــ ۱۹ روپے
فی پرچہ ــــ ۸۰ پیسے
بیرون ملک۔ بحری ڈاک۔ جملہ ممالک ۲ پونڈ
ہوائی ڈاک
ایشیائی ممالک ۶ پونڈ
افریقی ممالک ۷ پونڈ
یورپ و امریکہ ۹ پونڈ

ہماری منزل ــــ اسلام یا جمہوریت

اکبر الٰہ آبادی نے رقیبوں کا رونا رویا تھا کہ وہ تھانے جا جا کر اس بات کی شکایت کرتے ہیں کہ "اکبر اس سائنسی دور میں خدا کا نام لیتا ہے"۔ لیکن اگر وہ زندہ ہوتے تو دیکھتے کہ اس دور میں رقیبوں کا کام انہوں نے سنبھال رکھا ہے اور مسلمان بڑے خلوص و لگن سے اپنے دین و مذہب کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنے میں مصروف اور ہر میدان میں اسلام کی ناکامی اور اس کی رسوائی کے درپے ہیں۔ اس عجیب و غریب دشمنی و نفرت اور بغض و عناد کا تجزیہ اور تحلیل کوئی ماہر نفسیات کرے تو شاید ہی اس کے اسباب و عوامل تک پہونچ سکے، مسلمانوں کی اسلام دشمنی کی اس مسموم فضا میں (جب کہ غیر مسلموں سے زیادہ اسلام کو نقصان خود اس کے ماننے والوں سے پہونچ رہا ہو اور اس کو خود اس کے مرکز سے نکالا جا رہا ہو) ایسے مسموم ماحول میں کسی شخص کا کھل کر جرأت کے ساتھ اپنی اسلامیت کا اعلان کرنا اور اسلام کی تعلیمات کو معاشرہ میں نافذ کرنے کا عزم اس زمانہ کا سب سے بڑا جہاد اور مقدس فریضہ ہے جس کی ادائیگی پر وہ ہر طرح مبارکباد کا مستحق ہے۔ ہماری مراد صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق کے اس عہد آفریں اور تاریخ ساز اعلان سے ہے جو انھوں نے کچھ دن پہلے زکوٰۃ و عشر کے نظام کی تنفیذ کے بارے میں کیا ہے۔ ان کا یہ مبارک اعلان تہنیت و تبریک کا مستحق ہے، جب سے انھوں نے اقتدار سنبھالا ہے اسلامی نظام کی تنفیذ کی طرف انھوں نے متعدد قدم اٹھائے ہیں، ان کا تازہ انقلابی اقدام ان کے اس عزم مصمم کا واضح ثبوت ہے کہ وہ پاکستان کو اسلام کی منزل تک پہونچا کر ہی دم لیں گے۔ مگر جیسا کہ ہم نے آغاز میں لکھا ہے کہ اس مبارک کام کی تکمیل میں ہم مسلمان ہی روڑے اٹکا رہے ہیں اور ان کے کام کو دشوار سے دشوار تر بنا رہے ہیں۔

پہلی بنیادی رکاوٹ تو وہ مشینری ہے جس کے ذریعہ اسلامی نظام کی تنفیذ کی جا رہی ہے، ایک صدی سے زائد کی غلامی اور غلامانہ تعلیم و تربیت نے اس مشینری اور اس کے نظام کو جس طرح ڈھالا ہے وہ اسلامی نظام کی تنفیذ کی راہ میں سنگ گراں ہے، اس کی شہادت ان دوائر و شعبوں کی ناکامی سے ملتی ہے جو صدر محمد ضیاء الحق نے حدود اور شریعت بنچوں کے سلسلے میں نافذ کئے تھے،

دوسری بنیادی رکاوٹ۔ جو پہلے سے زیادہ خطرناک اور پاکستان کے لئے نقصان دہ ہے۔ سیاسی جماعتوں کا وجود اور ان کے لیڈروں کی حد سے بڑھی ہوئی اقتدار کی ہوس ہے جو جنرل ضیاء کے اس عزم کی راہ میں چٹان کی طرح حائل ہے، ان سیاسی جماعتوں کی طرف سے نام نہاد جمہوریت کی بحالی کے مطالبہ کا نتیجہ اس کے سوا کچھ نہیں مل سکتا کہ عرصہ تک کے لئے پورا ملک پھر اسی انارکی، انتشار اور لاقانونیت کی سرحدوں کی طرف واپس چلا جائے جہاں سے صدر ضیاء بڑی مشکل سے لائے تھے اور اس کے نتیجہ میں روز بروز ملکی معیشت مستحکم سے مستحکم تر ہوتی چلی جا رہی ہے۔

صدر ضیاء کے اس انقلابی اقدام کی اہمیت اور وقعت اسلامی نظام کے علمبرداروں کی نظر میں کتنی ہے اس کا اندازہ ایک پاکستانی معاصر کی چند سطروں سے لگا سکتے ہیں جو اس نے اس اعلان کے موضوع پر تحریر کی ہیں:۔

"ہمارے نزدیک یہ بہتر ہوتا کہ اسلامی احکام کے نفاذ کی سعادت باشندگان ملک کے نمائندوں پر مشتمل پارلیمنٹ کو حاصل ہوتی تاکہ قوم بحیثیت مجموعی اس ثواب میں شریک ہو کر عند اللہ سرخرو ہوتی، لیکن فریضۂ دین کا کام جس مسلمان کے ہاتھوں جس حیثیت سے بھی نافذ ہوا ہے وہ مستحق اجر و تحسین ہے، اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت جنرل ضیاء الحق کے لئے رکھی تھی سو انھیں حاصل ہو گئی ہے۔"

یہ کس پارلیمنٹ کی بات کی جا رہی ہے، کیا ہمارے معاصر عزیز اور اس کے ہمنواؤں نے ابتک پوری قوم کی ایسی تربیت کی ہے جو صالح قیادت کا انتخاب کر سکے۔ گزشتہ الیکشنوں میں شکست فاش سے بھی آپ کی خوش فہمی ابھی دور نہیں ہوئی۔ پھر آپ جس نام نہاد جمہوریت کا مطالبہ کر رہے ہیں اگر دس بیس نہیں پچاس سال بھی پاکستان اس کی "برکتوں" سے ناآشنا رہے تو کون سی قیامت آ جائے گی اور دین اسلام کا کون سا بنیادی رکن منہدم ہو جائے گا، ایک شخص اگر خلوص و لگن سے اسلامی نظام کی تنفیذ پر کمربستہ ہے، اس کی ذاتی و اجتماعی زندگی صاف ستھری ہے اور بقدر ضرورت اس نے نقد و احتساب کی آزادی بھی دے رکھی ہے پھر ہمیں جمہوریت کی کھجلی کیوں ہونے لگے، ہماری منزل اسلام ہے یا موجودہ جمہوریت؟ جس ملک کو آپ خالص اسلامی ملک قرار دیتے ہیں وہاں کی جمہوریت کا تجربہ کس کو نہیں ہے۔

کسی اسلامی اجتماع کی دعوت دیکر اس کا عملی تجربہ کیا جا سکتا ہے، ہمارا دعویٰ ہے کہ اگر پوری حکومت آپ کو اسلامی نظام کی تنفیذ کے لئے سونپ دی جائے تو آپ صدر ضیاء سے زیادہ ڈکٹیٹرشپ قائم کر دیں گے اور کبھی جمہوریت کا نام تک نہ لیں گے۔

صدر محمد ضیاء الحق کے اس انقلابی اعلان سے ہمیں جہاں دلی مسرت ہوئی وہیں ہمیں ان حضرات کی طرف سے (جو اپنے کو اسلامی نظام کے نفاذ کا علمبردار سمجھتے ہیں اور اجارہ دار بھی) سخت مایوسی ہوئی اور ہمارا حسن ظن جاتا رہا، ہم کو اب تک یہ سمجھایا جاتا رہا کہ صرف اسلامی نظام کی تنفیذ ہی تمام امراض کی دوا ہے اور جیسے ہی یہ نافذ ہوا ایک صالح معاشرہ وجود میں آجائیگا لیکن شریعت بنچوں اور اسلامی حدود کے قوانین کی تنفیذ کے آرڈی نینس کی ناکامی ہم کس کے کھاتے میں ڈالیں؟ صدر ضیاء کے کھاتے میں ہم اس کو رکھیں یا ان جماعتوں کو اس کا ملزم سمجھیں جو صرف اسلامی انقلاب کا پروپیگنڈہ کرتی رہیں اور جو صرف صالح لٹریچر تیار کرنے، سیاسی سرگرمیوں میں حصہ لینے اور ممبروں کی تعداد بڑھانے ہی کو صالح معاشرہ کی تعمیر سمجھ بیٹھے، آپ

اس دائرہ میں اگر سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے لہٰذا اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ دین و ادب کا خادم، ندوۃ العلماء کا ترجمان، آپکی خدمت میں پہنچتا رہے تو اس کا سالانہ چندہ مبلغ سولہ روپے ارسال فرمائیے۔ اگر اگلے شمارہ کی روانگی سے پہلے آپ کا چندہ یا خط موصول نہ ہوا تو یہ سمجھ کر کہ آپ کو وی۔ پی ہی سے چندہ ادا کرنے میں سہولت ہے۔ اگلا پرچہ مع وی پی خرچ ... کے مطالبہ میں وی۔ پی سے روانہ ہوگا۔ چندہ یا خط بھیجتے وقت اپنا نمبر خریداری لکھنا نہ بھولیں۔

کتاب و سنت سے

اہل بیت سے محبت

مولانا سید عبد الحی حسنی رح

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا۔ (احزاب۔۳۳)

اے (پیغمبر کے) اہل بیت خدا چاہتا ہے کہ تم سے ناپاکی (کا میل کچیل) دور کردے اور تمہیں بالکل پاک صاف کردے۔

فرمایا:۔

قُل لَّا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ۔ (شوریٰ ۲۳)

کہہ دو کہ اس کا میں تم سے صلہ نہیں مانگتا، مگر (تم کو) قرابت کی محبت (تو چاہیئے)۔

فرمایا:۔

مَن يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِن تَقْوَى الْقُلُوبِ۔ (سورہ حج ۳۲)

اور جو شخص ادب کی چیزوں کی جو خدا نے مقرر کی ہیں عظمت رکھے۔ تو یہ (فعل) دلوں کی پرہیزگاری میں سے ہے۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا:۔ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع خم نامی تالاب کے پاس ہم لوگوں کے سامنے تقریر فرمائی، آپ نے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اور وعظ و تذکیر فرمایا، پھر فرمایا، اما بعد! اے لوگو! میں انسان ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ میرے رب کا قاصد (موت) آئے اور میں جواب دوں (وفات پا جاؤں)۔ میں تم میں دو اہم چیزیں چھوڑ رہا ہوں، پہلی اللہ کی کتاب (قرآن مجید) ہے جس میں ہدایت و روشنی ہے تم اللہ کی کتاب لے لو اور اسے مضبوطی سے تھام لو آپ نے اللہ کی کتاب پر (عمل پر) ابھارا اور اس کی ترغیب دی، پھر فرمایا، اور میرے گھر والے، میں اپنے گھر والوں کے بارے میں تمھیں اللہ کو یاد دلاتا ہوں، اپنے گھر والوں کے بارے میں تمھیں اللہ کو یاد دلاتا ہوں، (رواہ مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرمایا، ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم صبح کو نکلے، آپ کالے بالوں کی (دھاریدار) چادر اوڑھے ہوئے تھے جس میں کجاووں کی تصویریں بنی ہوئی تھیں، حضرت حسن بن علی آئے آپ نے ان کو چادر اوڑھالی، پھر حضرت حسین رض آئے وہ بھی حضرت حسن کے ساتھ چادر میں داخل ہو گئے، پھر حضرت فاطمہ رض آئیں ان کو بھی آپ نے چادر کے اندر داخل فرما لیا، اس کے بعد حضرت علی رض تشریف لائے ان کو بھی چادر میں داخل کر لیا، اس کے بعد آپ نے فرمایا: اے اہل بیت اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم سے گندگی کو دور فرما دے اور تمہیں خوب پاک کر دے، (رواہ مسلم)

حضرت مسود بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، فاطمہ میرا ہی ایک ٹکڑا ہے، جس نے فاطمہ کو ناراض کیا مجھ کو ناراض کیا، (رواہ البخاری)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا، میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں دیکھا کہ حضرت حسن رض آپ کے کندھے پر سوار تھے، اور آپ فرما رہے تھے، اے اللہ میں ان سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما، (رواہ البخاری)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا، حضرت حسن بن علی رض سے بڑھ کر کوئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہ نہیں تھا، (رواہ البخاری)

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا، عراق کے لوگ مکھی مارنے کا تو مسئلہ پوچھتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کے لاڈلے کو قتل کر دیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، وہ دونوں (حسن رض و حسین رض) میری دنیا کے دو پھول ہیں۔ (رواہ البخاری)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرمایا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ آپ کے اہل بیت میں سے آپ کو سب سے زیادہ کون محبوب ہے آپ نے جواب میں فرمایا حسن اور حسین۔ آپ حضرت فاطمہ رض سے فرمایا کرتے تھے، میرے دونوں بچوں کو بلاؤ، پھر آپ ان دونوں کو سونگھتے اور چمٹاتے۔ (رواہ الترمذی)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حسن و حسین دونوں جنتیوں کے سردار ہیں۔ (رواہ الترمذی)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضور صلی اللہ علیہ نے فرمایا، علی ہم سے ہیں، اور ہم علی سے وہ ہر مومن کے دوست ہیں۔ (رواہ الترمذی)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس کا میں دوست ہوں علی بھی اس کے دوست ہیں۔ (رواہ الترمذی)

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرمایا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رض سے فرمایا تم دنیا و آخرت دونوں جہان میں میرے بھائی ہو۔ (رواہ الترمذی)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے فرمایا، ازواج مطہرات میں سے کسی سے مجھے وہ شرم نہ آئی جو حضرت خدیجہ رض سے آئی، میری شادی سے قبل ان کا انتقال ہو چکا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم (محبت کے) جس انداز سے ان کا ذکر فرماتے تھے اس کو سنا کرتی تھی تو مجھے (رشک و) غیرت آتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ کو حکم فرمایا کہ ان کو (خدیجہ رض) موتی کے بنے ہوئے گھر کی خوش خبری دے دیں۔ آپ جب کو بکری ذبح فرماتے تو حضرت خدیجہ رض کی سہیلیوں کو اتنا گوشت بھیجتے جو ان کے لئے کافی ہوتا۔ (رواہ البخاری)

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرمایا، آپ نے فرمایا، ام سلمہ رض! تم مجھے عائشہ رض کے بارے میں تکلیف نہ دو، عائشہ کے علاوہ میری بیویوں میں تم میں سے کوئی اور نہیں جس کے لحاف میں مجھ پر وحی آئی ہو۔ (رواہ البخاری)

بقیہ صفحہ: شبِ قدر

پس شب کو جب عالم سنسان ہے، اور دنیا کا ذرہ ذرہ خاموش اور محو خواب شیریں ہے، آو شیفتگان سنت محمدیہ! کہ ماہ مقدس آیا، ہم اپنے بستروں کو خالی کریں، خدا کی تقدیس میں مشغول ہوں، اور اس کی حمد و ثنا کریں، جس نے اس ظلمت کدۂ عالم میں صرف ہم کو ایک ایسا چراغ دیا، جس سے ہمارے قلوب منور ہو گئے۔

سبحان ذی الملک والملکوت	تقدیس ہو حکومت و شہنشاہی والے کی۔
سبحان ذی العزۃ والعظمۃ والهیبۃ والقدرۃ والکبریاء والجبروت	تقدیس ہو عزت و عظمت، ہیبت قدرت، کبریائی اور جبروت والے کی، تقدیس ہو اس
سبحان الملک الحی الذی لاینام ولا یموت أبدًا ابدًا سبوح قدوس ربنا ورب الملائکۃ والروح۔	زندہ بادشاہ کی جو نہ کبھی سوتا ہے اور نہ کبھی مرتا، پاک، قدوس، ہمارا آقا اور تمام فرشتوں اور روحوں کا آقا۔

بہترین چائے کا قابلِ اعتماد مرکز

عباس علاء الدین اینڈ کمپنی

نمبر ۴۴ حاجی بلڈنگ، ایس۔ وی۔ ڈی روڈ نل بازار بمبئی ۳

اسپشل مکسچر	کپ برانڈ
اسپشل ممری	گولڈن ڈسٹ
ہوٹل مکسچر	فلاور بی، او، پی

TELEGRAM:-
CUP. KATTLY
PHONE No 332220

علامہ سید سلیمان ندوی

شب قدر

وہ کون سی شب مبارک تھی، جس میں خدا کا کلام روح پرور ایک انسان کے منہ میں ڈالا گیا، وہ لیلۃ القدر یعنی عزت وحرمت کی رات تھی، بیشک وہ عزت وحرمت کی رات تھی، وہ رات تھی جو ہزار مہینوں سے بہتر تھی کہ اس میں خداوند گویا ہوا، وہ فرشتوں کی آمد کی رات تھی کہ آسمان کی باتیں زمین والوں کو سنائیں وہ امن وسلامتی کی رات تھی کہ اس میں دنیا کے لئے امن وسلامتی کا پیغام اترا،

انا انزلناہ فی لیلۃ القدر وما ادرٰک ما لیلۃ القدر، لیلۃ القدر خیر من الف شہر تنزل الملٰئکۃ والروح فیھا باذن ربھم من کل امر سلام ھی حتیٰ مطلع الفجر

(القدر)

ہم نے قرآن کو عزت وحرمت والی رات میں نازل کیا اور ہاں تمہیں کس نے بتایا کہ عزت وحرمت والی رات کیا ہے؟ وہ رات جو ہزار مہینہ سے بہتر ہے، جس میں ارواح مقدسہ اور فرشتے حکم خدا سے احکام لے کر نازل ہوتے ہیں، اس رات میں طلوع صبح تک سلامتی ہے۔

وہ شب کیا عجیب شب تھی، دنیا عصیان وناحق شناسی کی تاریکی میں مبتلا تھی، دیو ظلم کا تمام عالم پر استیلا تھا، توحید کا چہرۂ نورانی، کفر وشرک کی ظلمت میں محجوب تھا، نیکیاں بدیوں سے شکست کھا چکی تھیں، دنیا کی تمام متمدن اور زبردست قومیں قوت الٰہی سے بغاوت کا اعلان کر چکی تھیں، ایک نحیف وضعیف قوم بحر احمر کے کنارے کے ریگستانوں پر غفلت وجہالت کے بستروں پر پڑی سو رہی تھی، لیکن اس ظلمت کدۂ عالم میں صرف ایک گوشہ تھا جو روشن تھا، وہ گوشہ غار حرا کا گوشہ تھا، اس بغاوت وطغیان عالم میں ایک شئے تھی جو قوت الٰہی کے آگے اطاعت وتسلیم کے ساتھ سربسجود تھی، وہ عزلت نشین حرا، کی جبین مبارک تھی اور ایک ہی قلب تھا جو بیدار تھا، اور وہ محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کا قلب اقدس تھا۔

یہ کیا عجیب وغریب شب تھی جب کہ قوموں کی قسمت کا فیصلہ ہو رہا تھا، جب جبابرۂ عالم کی تنبیہ وتادیب کے لئے ایک نحیف وضعیف قوم کا انتخاب ہو رہا تھا، جب نیکیوں کا لشکر دوبارہ آراستہ کیا جا رہا تھا اور اس کی سرعسکری کے لئے وہ وجود اقدس منتخب ہو رہا تھا، جو حرا کے غیر مصنوع حجرے میں بیدار اور سربسجود تھا اور رحمت کے محافظ فرشتے اسکے گرد صف بستہ تھے۔

انا انزلناہ فی لیلۃ مبارکۃ انا کنا منذرین، فیھا یفرق کل امر حکیم، امرا من عندنا انا کنا مرسلین، رحمۃ من ربک انہ ھو السمیع العلیم۔

ہم نے اس کتاب مبین کو ایک مبارک شب میں اتارا کہ ہمیں انسانوں کو ڈرانا تھا، وہ مبارک شب جس میں پر از حکمت امور کا ہمارے حکم سے فیصلہ کیا جاتا ہے، انسانوں کے پاس اپنی رحمت سے ایک رہنما بھیجنا تھا کیوں کہ ہم پکارنے والوں کی دعائیں سنتے ہیں اور دنیا کے ذرہ ذرہ کا حال جانتے ہیں۔

پس یہ وہ شب ہے، جس میں اقوام عالم کی قسمتوں کا فیصلہ ہوا، یہ وہ شب ہے جس میں برکات ربانی کی ہم پر سب سے پہلی بارش ہوئی، یہ وہ شب ہے جب اس سینہ میں جو خزینۂ نبوت تھا، کلام الٰہی کے اسرار سب سے پہلے منکشف ہوئے اور آسمانی رحمتوں نے زمین میں نزول کیا، پس ہر مسلم کا فرض ہے کہ وہ اس لیلۂ مبارکہ میں رحمتوں کا طالب ہو اور اس رحمٰن ورحیم ہستی کے آگے سر نیاز خم کرے، جبین پر معاصی کو زمین پر عجز وخاکساری سے رکھے، اور بصد خضوع وخشوع دست تضرع دراز کرے، کہ خدایا۔

آمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمومنون کل آمن باللہ وملٰئکتہ وکتبہ ورسلہ لا نفرق بین احد من رسلہ

رسول اس پر جو کچھ نازل ہوا، اس پر ایمان لایا اور اہل ایمان بھی ایمان لائے، سب خدا پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر ایمان لائے اور پکار اٹھے،

وقالوا سمعنا واطعنا غفرانک ربنا والیک المصیر، لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا لھا ما کسبت وعلیھا ما اکتسبت ربنا لا تواخذنا ان نسینا او اخطانا ربنا ولا تحمل علینا اصرا کما حملتہ علی الذین من قبلنا ربنا ولا تحملنا ما لا طاقۃ لنا بہ واعف عنا واغفر لنا وارحمنا انت مولٰنا فانصرنا علی القوم الکٰفرین۔

اے پروردگار! تیری باتیں سنیں، تیری اطاعت کا عہد کیا، اب تیری مغفرت کے طالب ہیں اور تو ہی ہمارا مرجع ہے، کسی کو تو اس کی قوت سے زیادہ حکم نہیں دیتا۔ اور خیر وشر سب انسان کی کمائی ہے، پس اے پروردگار! ہم سے پہلوں کی طرح ہم کو گرانبار نہ بنا، پروردگار! ہماری طاقت سے زیادہ ہم کو بوجھ نہ دے، ہمیں معاف کر، ہمارے گناہ بخش، ہم پر لے ہمارے آقا! رحم فرما، اور کفار پر ہمیں غلبہ نصیب کر۔

اعتکاف

مسلمان ان ایام میں مساجد کے گوشوں میں عزلت نشین (معتکف) ہوتے ہیں کہ غار حراء کا گوشہ نشین بھی ان دنوں عزلت نشین تھا، مسلمان ایام اعتکاف میں اس متکلم ازلی کے سوا جوان راتوں میں معتکف حرار سے گویا ہوا تھا، کسی سے نہیں بولتے کہ ایسا ہی اس نے بھی کیا تھا، جس کے منہ میں اس متکلم ازلی نے اپنی بولی ڈالی جب وہ حرار کے ایک گوشہ میں سر بزانو معتکف تھا۔

پس ہر مسلم آبادی میں چند نفوس مسلم کے لئے ضروری ہے کہ اواخر عشرۂ رمضان میں مسجد کے ایک گوشہ میں شب وروز محویت اتباع نبویؐ، تلاوت کتاب عزیز، تفکر خلق سماوات وارض ذکر نعم الٰہی، تذکر اسمائے حسنیٰ اور تحیۃ وتسلیم وادائے صلوات میں اس طرح بسر کریں کہ ان اوقات محدودہ کا کوئی لمحہ تذکر وتفکر سے خالی نہ ہو تاکہ ان اشخاص مقدسہ کا جلوہ اس کی آنکھوں میں پھر جائے۔

الذین یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلیٰ جنوبھم۔ (آل عمران)

جو ہمیشہ اٹھتے، بیٹھتے لیٹتے، خدا کو یاد کرتے ہیں۔

الذین اذا ذکروا بھا خروا سجدا وسبحوا بحمد ربھم وھم لا یستکبرون تتجافیٰ جنوبھم عن المضاجع یدعون ربھم خوفا وطمعا۔

(سجدہ)

وہ جو قرآن کی آیتیں جب ان کو یاد دلائی جاتی ہیں تو وہ سجدہ میں گر پڑتے ہیں اور خضوع وخشوع کے ساتھ اپنے رب کی حمد وثنا کرتے ہیں، ان کے پہلو راتوں کو بستر سے الگ رہتے ہیں اور وہ امید وبیم کے ساتھ خدا سے دعائیں کرتے ہیں۔

رجال لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ۔

جن کو خرید وفروخت وغیرہ دنیاوی اشتغال ذکر خدا سے غافل نہیں کرتے۔

اسماعیل وابراہیم (علیہما السلام) کی سب سے پہلی مسجد جن اغراض کے لئے تعمیر ہوئی تھی، ان میں ایک غرض یہ بھی تھی کہ وہ عزلت گزینان عبادت گذار کا مسکن ہو۔

وعھدنا الیٰ ابراھیم واسماعیل ان طھرا بیتی للطائفین والعاکفین والرکع السجود۔

ہم نے ابراہیمؑ واسماعیلؑ سے عہد لیا کہ وہ میرے گھر کو طواف، اعتکاف، رکوع اور سجود کرنے والوں کے لئے پاک رکھیں۔

پس اے فرزندان اسماعیل وابراہیم علیہما السلام اپنے باپ کے عہد کو یاد کرو اور جس گھر کو رکوع وسجود کے لئے پاک رکھتے ہو، اسے اعتکاف کے لئے بھی پاک رکھو کہ تمہارے باپ اسماعیل وابراہیم کا عہد خداوند کے حضور جھوٹا نہ ہو۔

قیام رمضان

کیا عجیب وہ جوش محبت محویت ہے، جب مسلمان دن بھر کی بھوک اور پیاس کے بعد رات کو خدا کی یاد کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں، اللہ اللہ! وہ تکلیف جو راحت قلبی کا باعث ہو، معتکف حرا بھی اسی طرح خدا کی یاد کے لئے رات بھر کھڑا رہتا تھا یہاں تک کہ اس کے پاؤں میں ورم آ جاتا تھا، کہ خدا کی ہدایت کا شکریہ بجالائے۔

(بقیہ صفحہ پر)

فرد جرم

امریکہ کے خلاف تہران کی بین الاقوامی کانفرنس کی عائد کردہ

۲ تا ۵ جون ۱۹۸۰ء کو تہران میں، ایران میں امریکی مداخلت کا جائزہ لینے کے لئے بین الاقوامی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں متعدد تحریکات آزادی، سیاسی پارٹیوں، ٹریڈ یونینوں، اقوام متحدہ میں مشاورتی رتبہ رکھنے والی غیر سرکاری تنظیموں اور انجمنوں کے علاوہ ان متاثر شخصیتوں نے شرکت کی جو انسانی حقوق اور قوموں کے حقوق کی پاسداری کے لئے سرگرم عمل ہیں۔

کانفرنس میں ایرانی ماہرین نے جمع کردہ حقائق پیش کئے اور اس پر بے لاگ فیصلہ مانگا، وہ حقائق یہ ہیں:۔

۱۔ سرکاری دستاویزات بین الاقوامی تنظیموں کے جائزوں اور خود شاہی حکومت کے اداروں سے حاصل ہونے والے کاغذات کی بنیاد پر مندرجہ ذیل موضوعات پر سات رپورٹیں پیش کی گئیں:۔

(الف) گزشتہ ۲۷ برس کے دوران ایران کے متعلق امریکہ کی پالیسیاں۔

(ب) امریکہ کی جانب سے بین الاقوامی کی خلاف ورزیاں۔

(ج) ایران میں ظلم واستبداد ساواک کی سرگرمیاں۔

(د) شاہی حکومت کی فوجی اور اسلحہ جاتی پالیسی سے متعلق سوالات۔

(ہ) تیل کا مسئلہ

(و) ایرانی معاشرے پر سامراجی پالیسیوں کے اثرات۔

(ز) ایران کے خلاف تازہ ترین امریکی جارحیت جس کا تماشا۔

۲۔ وہ سرکاری امریکی دستاویزات جو ان رپورٹوں کی تائید کرتی ہیں۔

۳۔ سابقہ حکومت کے تحت تعذیب اور قتل وخون کی منظم پالیسی فراہم کرنے والی تصاویر کی کثیر تعداد۔

حقائق کا تجزیہ

مذکورہ بالا حقائق کے تجزیے کے بعد کانفرنس نے مندرجہ ذیل نتائج اخذ کئے۔

۱۔ امریکہ کے ادارہ سی۔ آئی۔ اے نے ۱۹۵۳ء کی اس فوجی بغاوت میں عملی حصہ لیا تھا جس نے ڈاکٹر مصدق کی قانونی اور جمہوری حکومت کا تختہ الٹ دیا تھا۔

۲۔ امریکی حکومت نے دوسرے ملکوں کے داخلی معاملات میں عدم مداخلت کے مسلمہ بین الاقوامی اصول کی کھلی خلاف ورزی کرتے ہوئے ایران کے داخلی معاملات میں یا تو براہ راست واشنگٹن سے یا تہران میں اپنے سفارت خانے کی وساطت سے مداخلت کی۔

۳۔ ایک ایسی ظالمانہ حکومت کے قیام اور حمایت کے ذریعہ ایرانی عوام کی حاکمیت کی بیخ کنی کی گئی جس نے دہشت انگیزی، بدعنوانی، سنسر شپ اور دوسرے غیر قانونی اور غیر اخلاقی ذرائع سے امریکی مفادات کی خدمت کی۔

۴۔ ایران میں مداہنت کا ایک مستقل نظام قائم کر دیا گیا جس کے تحت امریکی فوجی مشیروں، ماہرین اور ان کے رشتہ داروں حتیٰ کہ حکومت ایران کے ملازم امریکیوں کو بھی سفارتی مراعات وتحفظات سے نوازا گیا۔

۵۔ رسوائے زمانہ ساواک کے نام سے پولیس کا ایک وحشیانہ نظام قائم کیا گیا جو ہزاروں لاکھوں ایجنٹوں اور مخبروں پر مشتمل تھا اور جس کی مجرمانہ اور وحشیانہ سرگرمیوں کا دائرہ غیر ممالک میں مقیم ایرانیوں خصوصاً طالب علموں تک وسیع کر دیا تھا۔ اس وحشیانہ نظام کو امریکہ کی سنٹرل انٹیلی جنس ایجنسی نے قائم کیا، اس کو تربیت دی اور ظلم وعدوان کی جدید ترین ٹکنالوجی سے اس کو لیس کیا، شواہد سے ثابت ہوتا ہے کہ ساواک دراصل سی۔ آئی۔ اے۔ ہی کی ایک شاخ تھی جو ایف۔ بی۔ آئی اور اسرائیلی خفیہ پولیس سے گٹھ جوڑ رکھتی تھی۔ ہزاروں لاکھوں ایرانیوں کو اپنے بنیادی انسانی حقوق طلب کرنے اور وطن کی آزادی، خود مختاری اور وقار کے لئے جد وجہد کرنے کی پاداش میں ساواک کے مراکز میں عذاب دیا گیا۔ انھیں اعضا بریدہ بنایا گیا یا قتل کر دیا گیا۔ .... اس طرح امریکی حکومت پر عالمی منشور انسانی حقوق کی منظم اور وسیع پیمانے پر خلاف ورزی کرنے کا الزام ثابت ہوتا ہے۔

۶۔ شاہ کی فوجی پالیسی اور بھاری پیمانے پر اسلحہ کی خرید مندرجۂ ذیل اسباب کی بنا پر ایرانی عوام سے غداری کے جرم کا ارتکاب ثابت کرتی ہے:۔

اگرچہ امریکہ غیر ممالک میں فوجی اڈوں کے حصول کے لئے بھاری رقوم ادا کرتا ہے لیکن شاہ نے اس کو نہ صرف سہولتیں بلا معاوضہ فراہم کیں۔ وہ ہتھیار بھی امریکیوں کے تصرف میں رکھ دئے جن کے عوض امریکی کمپنیوں کو اربوں ڈالر ادا کئے جا چکے تھے۔

یہ تمام جدید ہتھیار درحقیقت ان نام نہاد امریکی فوجی مشیروں کے زیر استعمال رہے جو اس علاقے میں امریکی مفادات کی خدمت پر مامور تھے۔

اس جدید اسلحہ خانے کو دراصل ایک ظالمانہ سیاسی نظام کی اور شاہ کو تیل کی دولت سے مالا مال اس خطے میں مغربی ممالک، خصوصاً امریکہ کے مفادات کا چوکیدار بنائے رکھنے کے لئے استعمال کیا گیا۔

۷۔ اقتصادی شعبے میں امریکی فرموں کے زیر اثر رہنے والی کثیر القومی کمپنیوں کو واشنگٹن اور امریکی سفارت خانہ تہران کے ذریعہ اس غرض سے وسیع سہولتیں مہیا کی گئیں کہ وہ ایرانی تیل کے وسائل کا استحصال کریں اور ایرانی معیشت کو مغربی دنیا کا زیادہ سے زیادہ دست نگر بنا دیں۔ اسی حکمت عملی کے نتیجے میں ایران کی زرعی معیشت تباہ ہو گئی اور صنعتی معیشت میں دکھاوے کی صنعتیں پیدا ہوئیں جن کی بدولت ایران کی داخلی صنعتی ترقی کو نقصان پہنچا۔ ایران میں چار ہزار سے زائد امریکی کمپنیوں کی موجودگی بھی اسی پالیسی کا نتیجہ ہے۔

۸۔ "انقلاب سفید" کے ذریعہ روایتی زرعی نظام کی منظم تباہی نے کاشتکاروں کو شہروں کا رخ کرنے پر مجبور کیا اور اس وسیع نقل مکانی کے نتائج نے ایرانی معاشرے میں سیاسی اور ثقافتی بے گانگی پیدا کر دی۔

۹۔ امریکی پالیسیوں کا آخری ہدف یہ تھا کہ ایران کی اقتصادی، سیاسی اور سماجی بنیادیں اور تہذیبی قدریں میں تبدیلی ہو کر سامراجی تسلط کے تقاضوں کے مطابق ہو جائیں۔

۱۰۔ اگرچہ امریکہ کے پاس جدید ترین ذرائع معلومات موجود تھے تاہم اسلامی انقلاب سے پہلے اور اس کے بعد بھی ایرانی معاشرے کی حرکیات کے بارے میں امریکہ کے پالیسی سازوں کا رویہ اس قدر استحصالی اور نسل پرستانہ رہا ہے کہ وہ انقلاب کے حقائق کے ادراک میں ناکام ہو گئے ہیں۔

۱۱۔ اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد ایران میں امریکی مداخلتوں نے نئی صورت اختیار کی۔ سازش، تحقیر واہانت کی مہم، امریکی بنکوں میں ایرانی اثاثوں کا منجمد کرنا، امریکہ میں مقیم ایرانی

شاہ نے
اربوں ڈالر کا اسلحہ
امریکی کمپنیوں سے
خرید کر امریکی ماہرین
ہی کے حوالے کر دیا

طلبہ کے خلاف دباؤ اور امتیازی سلوک اور ایران کو سفارتی اور اقتصادی لحاظ سے بے آسرا بنانے کی کارروائیاں۔ دریں اثنا واشنگٹن نے فوجی مداخلت کا دروازہ بھی اپنے لئے کھلا رکھا ہے جیسا کہ طبس کی حالیہ ناکام مہم سے ثابت ہوتا ہے۔ اس مہم کا جو مقصد امریکہ نے بیان کیا ہے وہ ناقابل یقین ہے۔

متفقہ امور

کانفرنس میں شرکت کرنے والے افراد نے بحث وتمحیص اور باہمی صلاح مشورے کے بعد مندرجہ ذیل امور پر اتفاق رائے کا اظہار کیا:

۱۔ ایران کے سیاسی، سماجی، اقتصادی اور تہذیبی معاملات میں امریکہ کی براہ راست یا بالواسطہ مداخلت ایک ناقابل تردید حقیقت ہے۔

۲۔ یہ مداخلت ایرانی عوام کے ان سیاسی، اقتصادی، تمدنی اور معاشرتی حقوق کی کھلی خلاف ورزی ہے جو اقوام متحدہ کے بین الاقوامی منشور انسانی حقوق مجریہ دسمبر ۱۹۶۶ء میں شامل ہیں۔ جب کہ یہ منشور ایران سمیت تمام اراکین کو ان حقوق کی پاسداری اور احترام کا پابند کرتا ہے۔

۳۔ چونکہ امریکہ نے اسلامی انقلاب کی

(بقیہ صفحہ پر)

محل چوری

از: محمد حسن انصاری پرنسپل گورنمنٹ ہائی اسکول، محل چوری، ضلع چمولی

ذرا ٹھہرئے صاحب! آپ تو قلم اٹھا کر عنوان کا ہجے درست کرنے لگے — جی ہاں!! یہ نہ "محل" ہے اور نہ ہی "چوری"۔ یہاں محل کہاں۔ راج محل اور تاج محل کی بات تو دور رہی۔ چوری ڈکیتی کی وارداتیں بھی یہاں نسبتاً بہت کم ہوتی ہیں۔ دراصل محل ایک پھولدار درخت کا نام ہے جو موسم بہار میں مجسم پھول ہوتا ہے۔ چوری سے مراد چبوترہ یا دم لینے کی جگہ ہے۔ زمانۂ قدیم میں مختلف سمتوں سے آکر ہارے تھکے مسافر یہاں محل کے درختوں کے نیچے دم لیتے تھے، اسی مناسبت سے اس جگہ کا نام محل چوری پڑا۔ یہ جگہ اتر پردیش کے اتراکھنڈ کے پہاڑی علاقہ میں رانی کھیت سے ۵۰ کلومیٹر دور رانی کھیت کرن پریاگ روڈ پر رام گنگا دریا کے نقطۂ آغاز کے پاس عین اس کی وادی میں سطح سمندر سے قریب ساڑھے چار ہزار فٹ کی بلندی پر ضلع چمولی میں واقع ہے الموڑہ کی سرحد یہاں سے چند کلومیٹر ہے۔

اس علاقہ میں جہاں پہاڑوں کا ایک لامتناہی سلسلہ ہے آمد و رفت کے ذرائع بہت کم ہیں کچھ سڑکیں ہیں کچھ زیر تعمیر ہیں۔ یہاں کی سخت چٹانوں کو کاٹ کر سڑک بنانا جوئے شیر لانے سے کم نہیں۔ کھڑے پہاڑی ڈھلانوں پر چٹانوں کے کاٹنے کا کام جو خطرہ مول لے کر یہاں نیپالی مزدور کرتے ہیں اس کا تصور بھی میدانی علاقہ کے لوگ نہیں کر سکتے۔ سڑکیں تنگ اور نہایت خمدار ہیں بسا اوقات خط مستقیم پر ایک کلومیٹر کی دوری پر واقع دو مقامات کو جوڑنے والی سڑک ۵ کلومیٹر یا اس سے زیادہ لمبی ہوتی ہے۔ پیدل سفر کے راستے غیر مشاق اور غیر مانوس لوگوں کے لئے خطرہ سے خالی نہیں۔ سفر تھکا دینے والا ہوتا ہے اندرون علاقوں میں مال برداری کے دو ذرائع ہیں۔ خچر اور حمال۔ پچاس ساٹھ کلو کا وزن لے کر میلوں چلے جانا یہاں لوگوں کے لئے عام بات ہے۔ لوگ نسبتاً زیادہ ایماندار اور قابل اعتماد ہیں۔ نباتات میں چیڑ کے درخت یہاں کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق ایک چیڑ کا درخت اوسطاً دو ہزار روپیہ کی مالیت کا ہوتا ہے۔ اسی کے تنوں سے لیسا جمع کیا جاتا ہے جس سے تارپین کا تیل تیار ہوتا ہے۔ موسم بہار میں چیڑ کی ہر ٹہنی کا آخری سرا سرسبز گنبد نما ہوتا ہے۔ زیادہ اونچائی پر دیوار کے درخت ملتے ہیں جن کی لکڑی بڑی قیمتی ہے۔ پہاڑی ڈھلانوں پر کا پھل آڑو، اخروٹ، ہسالو، مالٹا، لیمو، شہتوت، انار، خوبانی وغیرہ کے پھلدار پودے پائے جاتے ہیں۔ بانج، بھنگولا، کھڑک، کوراں، ساج کی پتی دودھ دینے والے جانوروں کے لئے ہرے چارے کا کام دیتی ہے۔ جنگلی گلاب جگہ جگہ پائے جاتے ہیں یہاں متعدد کارآمد اور قیمتی جڑی بوٹیوں کا خزانہ موجود ہے پہاڑی ڈھلانوں پر زینہ نما کھیت ہوتے ہیں جن میں ربیع خریف اور زائد کی فصلیں پیدا کی جاتی ہیں۔

یہاں کے نوے فی صدی سے زیادہ لوگ نسلاً راجپوت ہیں۔ مسلم آبادی اگرچہ نہیں کے برابر ہے پھر بھی راجپوت ٹھاکروں کے نام ایسے پائے جاتے ہیں جو اسلامی کلچر کے اثرات کی نشاندہی کرتے ہیں۔ مثلاً عالم سنگھ، حیات سنگھ، مہربانی سنگھ اور بخت آور سنگھ وغیرہ یہاں کی زندگی نہایت سخت کوش ہے۔ مرد زیادہ تر فوج میں ملازمت کرتے ہیں عورتیں صبح تا شام سخت محنت کرتی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہاں کا مرد سنگین کی نوک پر اور عورت چٹان کی کگار پر ہوتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دونوں کی زندگی ہر لمحہ پر خطر رہتی ہے۔ مگر یہاں کے لوگوں پر اس بات کا احساس نمایاں نہیں ہوتا۔ وہ مطمئن اور بشاش نظر آتے ہیں۔ نفسیاتی اعتبار سے یہ بہتر ہے ورنہ تو ان کی زندگی دوبھر ہو جائے۔ یہاں کے لوگ خود کفیل بنا پسند کرتے ہیں دوسروں پر انحصار کو پسند نہیں کرتے۔ مکر و فریب چوری و دغا بازی کی برائیاں ان میں بہت کم ہیں۔ یہ لوگ محنت کی قدر و قیمت جانتے ہیں۔ اپنا کام خود انجام دینا ان کی امتیازی خصوصیت ہے۔ جیتام مہدی کا یہ جزافیں جہاں سے بھی ملا ہو قابل رشک ہے۔ اس ناہموار علاقہ میں چلتے وقت ہر کوئی نظر نیچی کر کے چلتا ہے خاص کر بلندی پر چڑھتے ہوئے نظر منزل مقصود پر ہوتی ہے، مگر کٹے کی ہوئی منزل پر نظر ڈالنے سے ٹھوکر کھا کر گرنے کا اندیشہ رہتا ہے یہاں سماجی برائیاں کم ہیں۔ یہاں کی عورتوں میں شرم و حیا نسبتاً زیادہ ہے۔ یہاں کے ماحول میں کشش اور سکون ہے۔ دلکش قدرتی مناظر کو اپنی گود میں سموئے ہوئے درانی کے ساز پر یہاں کی فضائیں گنگناتی ہیں؂

انھیں پھر یں پہ چل کے اگر آسکو تو آؤ
مرے گھر کے راستے میں کوئی کہکشاں نہیں ہے

دین سے بے بہرہ ہونا یہاں کے لوگوں کی سب سے بڑی محرومی ہے۔ اوہام پرستی اور قدامت پرستی لوگوں میں کوٹ کوٹ کر بھری ہے۔ یہاں ایک اشٹ بلی کا میلہ ہوتا ہے، جس میں آج کی اس متمدن دنیا میں بھی آٹھ جانوروں کی بلی چڑھائی جاتی ہے۔ اس کا سبب یہاں کی جہالت ہے اور یہ بھی کہ ذہنی ارتقا میں یہاں کے لوگ نسبتاً پیچھے ہیں۔ کہتے ہیں گھٹا ٹوپ اندھیرے میں جگنو کی جگمگاہٹ زیادہ اہمیت کی حامل ہوتی ہے۔ آج جہاں ایک طرف ضرورت اس بات کی ہے کہ دین کی جو شمعیں دینی اداروں میں جابجا روشن ہیں انھیں باد مخالف کے تند جھونکوں سے محفوظ رکھا جائے وہاں دوسری طرف یہ بھی ضروری ہے کہ ظلمات کے ان لامحدود علاقوں میں نئی قندیلیں روشن کی جائیں جہاں اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔ اس اعتبار سے یہ علاقہ "بیاباں کی شب تاریک میں قندیل رہبانی" کا منتظر ہے۔ کاش ہمارے نوجوان دین کے داعی یہاں کی فضاؤں کے اشارات سمجھ سکتے۔ شاعر مشرق علامہ اقبال کے یہ الفاظ آج انھیں دعوت عمل دے رہے ہیں؂

نہیں تیرا نشیمن قصر سلطانی کے گنبد پر
تو شاہیں ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں میں

بمبئی میں
خالص گھی اور
میوہ جات سے بھرپور
مٹھائیاں اور حلویات
عمدہ و لذیذ
سلیمانی افلاطون
ان کے علاوہ خصوصی پیش کش
ڈرائی فروٹ برفی
ملک کیک * قلاقند * ملائی * برفی * کوکو ملائی برفی
ہر قسم کے تازہ و خستہ
بسکٹ
اور
نان خطائیاں
خریدنے کا قابل اعتماد مرکز
سلیمان عثمان مٹھائی والے
مینارہ مسجد کے نیچے، بمبئی
فون 320059
بیکری: ۳۳- محمد علی روڈ بمبئی - ۳

مجلس ادارت
نذر الحفیظ ندوی
شمس الحق ندوی
محمود الازہار ندوی

نگران اعلیٰ
مولانا ابو العرفان خاں ندوی

پرنٹر، پبلشر جمیل احمد ندوی نے جے۔ کے آفسیٹ پرنٹنگ پریس دہلی میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات و شعبۂ تعمیر و ترقی دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا۔

جن افراد کی تربیت اور جس صالح معاشرہ کی تشکیل کا پروپیگنڈہ کر رہے تھے وہ سب کہاں گئے! اگر آپ کے پاس اتنے آدمی بھی نہیں جو اسلامی نظام کی تنفیذ صحیح طریقہ سے کر سکیں اور ایسا معاشرہ بھی موجود نہیں جو اسلامی قوانین کو صدق دل سے قبول کر سکے تو پھر آپ ان آرڈیننسوں کا رونا کیوں روتے ہیں، صدر ضیاء نے تو وہی کیا جو آپ کرنا چاہتے تھے، یہ ناکامی صدر ضیاء کی نہیں آپ کی ہے۔

آپ جس صالح نظام کی بات کرتے نہیں تھکتے وہ صالح افراد کی تشکیل و تعمیر کے بغیر ممکن نہیں اس کا اعتراف آپ کو بھی ہے مگر مردم سازی اور آدم گری کا کام صرف صالح لٹریچر سے نہیں ہوتا، اس سے ذہن تو کسی حد تک بدل جاتا ہے مگر دل نہیں بدلتا، انسان سازی کا کام بڑی پتہ ماری اور جگر سوزی کا کام ہے۔ یہ بغیر کسی ربانی شخصیت یا واضح الفاظ میں بغیر تزکیہ و احسان اور تصوف و سلوک کے ممکن ہی نہیں، یہ ایسا پیچیدہ اور نازک کام ہے جو دشواریوں سے پر ہے، ہر پہلو سے اور زندگی کے ہر میدان میں ان افراد کی ایسی جامع اور مکمل تیاری جو ہر آزمائش اور امتحان کے وقت پورا اتر سکیں۔ بڑا مشکل کام ہے لیکن اللہ کے مخلص اور نیک بندوں نے ہر زمانے میں یہ کام انجام دیا ہے۔ آخر زمانے میں سید احمد شہیدؒ نے جس طرح مردم سازی اور آدم گری کے اس نازک کام کو سنبھالا اور جس طرح کے افراد انھوں نے تیار کئے وہ ہمارے لئے سبق آموز ہے۔ کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ تجربات کی روشنی میں ہم اپنے دعوتی اسلوب میں تبدیلی پر غور کریں۔

(ابو المعظم ندوی)

بقیہ صہ ۱۲

حقیقت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے، اس لئے امریکی حکومت کی جانب سے ایران کے گھریلو معاملات میں مداخلت کا سلسلہ بدستور جاری ہے۔ یہ مداخلت فوجی کارروائی کی صورت میں بھی ہے جیسا کہ اپریل سنہ ء میں طبس کے واقعہ سے ظاہر ہے۔ اس کارروائی کا مقصد ایرانی انقلاب کو کمزور کرنا اور انقلاب کے عمل کو بے توقیر کرنا تھا۔ اس طرح کی مداخلت یوں بھی جاری ہے کہ ایران کے خلاف اقتصادی پابندیاں لگائی گئی ہیں، امریکی بنکوں میں ایرانی اثاثے منجمد کر دئے گئے ہیں اور امریکہ میں ایرانی شہریوں کے خلاف امتیازی اقدامات کئے جا رہے ہیں۔

۴۔ امریکہ نے شاہ کے ظالمانہ اقتدار کی بقا کے لئے جو غیر مشروط حمایت کی ہے اس سے امریکہ پر یہ جرم ثابت ہوتا ہے کہ وہ ایرانی عوام کے خلاف شاہ کی مجرمانہ سرگرمیوں میں تیس برس تک شریک کار رہا ہے۔

۵۔ لہٰذا امریکہ پر ایرانی عوام کے خلاف مندرجہ ذیل جرائم کے ارتکاب کی فرد جرم عائد ہونی چاہئے۔

(الف) امریکہ ایرانی عوام کی حاکمیت اور بنیادی اجتماعی حقوق کی خلاف ورزی کرنے والا سب سے بڑا فریق ہے۔

(ب) امریکہ پر بنیادی حقوق کی کھلی اور منظم خلاف ورزی میں شاہی حکومت کے ساتھ اشتراک کی ذمہ داری بھی عائد ہوتی ہے۔

ان کارروائیوں کو جائز کرنے کے بارے میں کوئی عذر قابل قبول نہیں ہے۔

۶۔ امریکہ نے ایران کی قومی دولت کو لوٹ کر قوموں کے ان حقوق کی سنگین اور دیدہ دلیرانہ خلاف ورزی کی ہے کہ وہ اپنی قدرتی دولت اور وسائل کے مالک ہیں جو تمام تر متعلقہ آبادی کی قومی ترقی اور بہبود کے لئے استعمال ہونے چاہئیں۔ اس اصول کے تحت امریکہ پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ اس نے ایران کے جو وسائل لوٹے ہیں ان کا تاوان ادا کرے۔

۷۔ عدل و انصاف کے اصول سے وابستہ ہر ملک کو ایسے اقدامات میں تعاون کرنا چاہئے جن کے ذریعہ معزول شاہ اور اس کے خاندان کی چرائی ہوئی اور غبن شدہ دولت ایران کے سرکاری خزانے میں واپس لائی جا سکے کیونکہ وہی اس دولت کا اصل مالک ہے ••

بقیہ صہ ۱۲

۲۱- محمد سعید محفوظ
۲۲- سعادت علی "
۲۳- محمد اسلام "
۲۴- محمد صغیر "

بقیہ صہ ۱۳

ارکان نہیں ہوں گے سوائے (۵) کے عہدے پر تا سال ایک مدت تک [illegible] کے بعد وہ (۶) حضرت ہونے کے اہل ہیں چیرمین اور کونسل کے رکن ہر [illegible] عہدہ رکن نہیں ہوں گے سوائے وہ [illegible] استعفے [illegible] پیش کر سکیں گے لیکن اپنے استعفے کی منظوری تک وہ بدستور اسی عہدے پر کام کرتے رہیں گے [illegible] صوبائی زکوٰۃ کونسل (۱) ایک چیرمین (۲) ۵ ارکان جن میں سے ۳ علماء ہوں گے اور جن کا تقرر گورنر کریں گے (۳) صوبائی محکمہ خزانہ کے سیکریٹری (۴) صوبائی [illegible] بلدیات (۵) صوبائی سیکریٹری [illegible] اور چیف [illegible] پرشش ہوں گے چیف ایڈمنسٹریٹر کونسل کے چیرمین بھی ہوں گے۔

ہے اور انا ربکم الاعلیٰ کہتا ہے۔

میں آپ سب کو اللہ تعالیٰ کا قول یاد دلاتا ہوں،

قل ان کان آباءکم وابناءکم واخوانکم وازواجکم وعشیرتکم واموال اقترفتموها وتجارة تخشون کسادها ومساکن ترضونها احب الیکم من اللہ ورسوله وجهاد فی سبیله فتربصوا حتی یاتی اللہ بامره لا یهدی القوم الفاسقین۔

آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا کنبہ اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس میں نکاسی نہ ہونے کا تم کو اندیشہ ہو اور وہ گھر جن کو تم پسند کرتے ہو تم کو اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیارے ہوں تو تم منتظر رہو، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم (سزائے ترک ہجرت) کا بھیج دے اور اللہ تعالیٰ بے حکمی کرنے والوں کو ان کے مقصود تک نہیں پہنچاتا۔

بقیہ صہ ۱۲

رہتا ہوں۔

"جو اپنی عزت کی مداخلت میں مارا جائے وہ شہید ہے اور جو دولت کی مدافعت میں مارا جائے وہ شہید ہے اور بڑا شہید وہ ہے جو سچی بات ظالم و جابر حکمراں کے پاس کہے۔

قذافی نے لیبیائی قوم کا مذاق اڑایا اور اس کی قدروں کو پامال کیا، سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کیا، نصوص قرآنی کو مسخ کر کے پیش کیا۔

قذافی سرکش ہے، جابر ہے، متکبر

खून सफ़ा
خون صفا

خون کی خرابیوں پھوڑے پھنسی اور کھجلی کے لئے
खून की खराबी फोड़े फुंसी और खुजली के लिये
دواخانہ طبیہ کالج مسلم یونیورسٹی علیگڑھ
दवाखाना तिब्बिया कालिज मु॰ यु॰ अलीगढ़

فضائل و مسائل

رمضان المبارک

ماہ رمضان کی فضیلت وعظمت:

رمضان شریف اسلام میں ایک نہایت ہی مقدس اور برگزیدہ مہینہ ہے اس کی سب سے بڑی اور بنیادی عبادت روزہ ہے جو نفس کو مانجھنے اور صاف کرنے میں خاص اثر رکھتا ہے، اس مبارک مہینے میں نفل کا ثواب فرض کے برابر اور فرض کا ثواب ۷۰ گنا ہو جاتا ہے۔

رمضان شریف کا خاص شغلہ تلاوت قرآن حکیم اور اپنے اوقات کو یاد خداوندی سے بھرپور رکھنا ہے، روزہ میں جھوٹ، غیبت، چغل خوری وغیرہ معاصی روزہ کو کالعدم اور روزہ دار کو قریب بہ ہلاک کر دیتے ہیں جس سے بچنا ضروری ہے۔

روزہ میں نیت کی ضرورت:

روزہ میں نیت شرط ہے (نیت کے معنی دل کے ارادہ کے ہیں) اگر روزے کا ارادہ نہیں کیا اور تمام دن کچھ کھایا پیا نہیں تو روزہ ادا نہیں ہوگا۔

رمضان کے روزے کی نیت نصف دن شرعی سے پہلے تک کر سکتا ہے بشرطیکہ صبح صادق کے ہونے کے بعد کچھ کھایا پیا نہ ہو اور کوئی کام جو روزہ کا مفسد ہو نہ کیا ہو اسکے بعد اگر نیت کرے گا تو معتبر نہ ہوگی۔ زبان سے نیت کرنی فرض نہیں لیکن بہتر اور مستحب یہ ہے کہ سحر کا کھانا کھا کر اس طرح نیت کر لیا کرے:-

"بِصَوْمِ غَدٍ نَوَيْتُ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانْ"

اگر افطار کے وقت ہی اگلے روزے کی نیت کر لی تب بھی جائز ہے، بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ نیت کے بعد کھانا پینا جائز نہیں یہ خیال بالکل غلط ہے بلکہ صبح صادق ہونے سے پہلے تک کھانا پینا وغیرہ بلاشبہ درست ہے نیت کی ہو یا نہ کی ہو۔

جن چیزوں سے روزہ نہیں جاتا:

بھول کر کھانا پینا روزہ کو نہیں توڑتا، بلا اختیار حلق میں گرد و غبار یا مکھی مچھر چلے جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، آٹا پیسنے والے، تمباکو کوٹنے والے کے حلق میں جو آٹا وغیرہ اڑ کر جاتا ہے اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، کان میں پانی چلا جائے یا خود بخود قے آئے یا خواب میں غسل کی حاجت ہو جائے یا قے اگر خود بخود لوٹ جائے ان سب باتوں سے روزہ نہیں جاتا، اور کچھ خلل نہیں آتا، آنکھ میں دوا ڈالنے سے روزہ نہیں جاتا، خوشبو سونگھنے سے کچھ خلل نہیں آتا، بلغم یا تھوک نگلنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، اگر قصداً قے کی مگر تھوڑی سی (یعنی منھ بھر سے کم) تو روزہ نہیں جاتا، تھوڑی سی قے آئی اور قصداً لوٹا کر نگل گیا تو اس میں اختلاف ہے، اگر روزہ میں کوئی بھول کر کھا پی رہا ہے اور قوی وتندرست ہے تو اس کو یاد دلا دینا ضروری ہے، اگر ضعیف وناتواں ہے تو نہ یاد دلانا بہتر ہے۔ اگر خود بخود یا مسواک وغیرہ کرنے سے دانتوں سے خون نکلے لیکن حلق میں نہ جائے تو روزہ میں خلل نہیں آتا، اگر خواب میں یا صحبت کرنے سے رات کو غسل کی حاجت ہوئی اور صبح صادق ہونے سے پہلے غسل نہ کیا تو روزے میں خلل نہیں آتا، اگر دن کو سوتے ہوئے غسل کی حاجت ہو گئی تو روزہ میں ذرا بھی نقصان نہیں آتا، انجکشن سے روزہ نہیں ٹوٹتا لیکن دماغ اور معدہ میں اگر براہ راست کوئی دوا وغیرہ پہنچائی جائے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

جن چیزوں سے قضا واجب ہوتی ہے:

کان یا ناک میں دوا ڈالنا، قصداً منھ بھر قے کرنا، منھ بھر قے آئی تھی اس کو نگل جانا یا کلی کرتے ہوئے حلق میں پانی چلا جانا یہ سب چیزیں روزے کو توڑنے والی ہیں مگر صرف قضا آئے گی کفارہ واجب نہیں، کنکر یا لوہے، تانبے وغیرہ کو نگل جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور صرف قضا واجب ہوگی کفارہ نہیں یا رات سمجھ کر صبح صادق کے بعد سحری کھائی تو اس روزے کی قضا واجب ہوگی، دن باقی تھا غلطی سے یہ سمجھ کر کہ آفتاب غروب ہو گیا، روزہ کھول لیا تو صرف قضا واجب ہوگی کفارہ نہیں، جان بوجھ کر بدون بھولنے کے صحبت کرنا، کھانا پینا، روزہ کو توڑتا ہے اور قضا بھی آتی ہے اور کفارہ بھی۔ کفارہ یہ ہے کہ ایک غلام آزاد کیا جائے، اس کی طاقت نہ ہو تو متواتر ساٹھ روزے رکھنا، اس کی بھی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت کھانا کھلانا۔

جن چیزوں سے روزہ مکروہ ہوتا ہے اور جن چیزوں سے مکروہ نہیں ہوتا:-

بلاضرورت کسی شے کو چبانا، نمک وغیرہ کا ذائقہ چکھ کر تھوک دینا مکروہ ہے، قصداً منھ میں تھوک اکٹھا کر کے نگل جانا مکروہ ہے، تمام دن ناپاک رہنا سخت گناہ ہے اور روزہ مکروہ ہو جاتا ہے۔ فصد کرانا، پچھنے لگوانا روزہ میں مکروہ ہے، غیبت، بدگوئی، لڑائی جھگڑا روزے کو مکروہ کر دیتے ہیں اور ثواب بہت کم رہ جاتا ہے، مسواک کرنا، سر یا مونچھوں پر تیل لگانا مکروہ نہیں۔ اگر بیوی کو اپنے خاوند یا نوکر کو اپنے آقا کے غصہ کا اندیشہ ہو تو کھانے کا نمک چکھ کر تھوک دینا مکروہ نہیں۔ آنکھ میں دوا ڈالنا مکروہ نہیں۔

روزہ نہ رکھنے کی اجازت:

اگر مرض کی وجہ سے روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو تو رمضان میں روزے نہ رکھے تندرست ہو جانے پر قضا کرے، اگر روزہ رکھنے کی وجہ سے مرض کے زیادہ ہو جانے کا خوف ہے تب بھی روزہ چھوڑ دینا جائز ہے، پھر قضا رکھے، حاملہ کو اگر بچے یا اپنی جان کو نقصان پہونچنے کا اندیشہ ہو تو روزہ چھوڑ دینا اور پھر قضا کر لینا جائز ہے، اپنے یا غیر کے بچہ کو دودھ پلاتی ہو اور روزہ رکھنے کی وجہ سے ضرر ہو تو قضا کر لینا جائز ہے۔ ہمارے نواح کے ۳۶ کوس یعنی ۴۸ میل (۷۷ کلومیٹر) کا سفر یا اس سے زیادہ سفر شرعی کہلاتا ہے یعنی ایسے سفر میں مسافر کو اجازت ہے کہ روزہ نہ رکھے واپس آنے کے بعد قضا کرے، اگر کوئی مسافر دوپہر سے پہلے اپنے وطن پہونچ گیا اور اب تک کچھ کھایا پیا نہیں تو اس پر واجب ہے کہ روزہ پورا کرے، کیونکہ اب سفر کا عذر باقی نہیں رہا، اگر کوئی شخص کسی تیز سواری یا ریل میں تین گھنٹے میں ۷۷ کیلومیٹر پہونچ جائے گا تو اس کے لئے بھی سفر رخصت یعنی نماز کا قصر اور افطار کی اجازت حاصل ہو جائے گی، بہت بوڑھا ضعیف جس کو روزہ میں نہایت شدید تکلیف ہوتی ہے روزہ نہ رکھے اور ہر روزہ کے بدلے پونے دو سیر بوزن انگریزی یا ایک کلو ۶۳۳ گرام گندم ایک مسکین کو دے لیکن اگر کبھی طاقت آجائے تو قضا ضروری ہوگی، عورت کو اپنے نسوانی عذر یعنی حیض کے ایام میں روزہ رکھنا جائز نہیں، اسی طرح پیدائش کے بعد جتنے روز نفاس کا خون آئے جب خون بند ہو جاوے روزہ رکھنا چاہئے اور رمضان شریف کے بعد ان دنوں کے روزوں کی قضا ضروری ہے جن دنوں یہ عذر رہا ہے۔ جن لوگوں کو روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے ان کو بلاتکلف سب کے سامنے کھانا پینا نہیں چاہئے بلکہ تعظیم رمضان المبارک لازم ہے۔

روزہ توڑنا اور اس کی قضا:

فرض روزے کو بلا کسی شدید تکلیف اور قوی عذر کے توڑنا جائز نہیں پس اگر سخت بیمار ہو گیا کہ اگر روزہ نہ توڑے تو جان کا اندیشہ غالب ہے، یا بیماری بڑھ جانے کا احتمال قوی ہے یا ایسی شدید پیاس لگی ہے کہ مر جائے گا تو روزہ توڑ ڈالنا جائز بلکہ واجب ہے۔ اگر کسی عذر سے روزے قضا ہو گئے ہوں تو جب عذر جاتا رہے تو جلد ادا کر لینا چاہئے، کیونکہ زندگی کا بھروسہ نہیں کیا جز موت آجائے اور فرض ذمہ رہے۔ مثلاً بیمار کو مرض سے صحت پانے کے بعد اور مسافر کو سفر سے آنے کے بعد جلد ادا کر لینا چاہئے۔ قضا رکھنے میں اختیار ہے کہ متواتر (یعنی لگاتار رکھے) یا جدا جدا متفرق، اگر قضا رکھنے کا وقت پایا لیکن بغیر ادا کئے مر گیا تو مناسب ہے کہ وارث ہر روزہ کے بدلے پونے دو سیر (ایک کلو ۶۳۳ گرام) گندم صدقہ کریں اور اگر مال چھوڑ گیا ہے اور روزہ کی وصیت کر گیا ہے تو ادا کرنا لازم اور واجب ہے۔

سحری کھانے کا بیان اور فضیلت:

روزے کے لئے سحری کھانا مسنون ہے اور باعث ثواب ہے۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، "سحری کھایا کرو کہ اس میں برکت ہوتی ہے" یہ ضروری نہیں کہ پیٹ بھر کھائے بلکہ ایک دو لقمہ یا چھوارے کا ٹکڑا یا دو چار دانے چبا لے تب بھی ثواب پائے گا، افضل اور بہتر یہ ہے کہ رات کے آخری حصے میں صبح صادق ہونے سے پہلے ذرا کھا لے اور اگر دیر ہو گئی اور گمان غالب یہ ہے کہ صبح ہو گئی اور کچھ کھا لیا تو شام تک رکنا اور پھر قضا رکھنا لازم ہے، اور اگر کسی مرغ یا مؤذن نے صبح صادق سے پہلے اذان دیدی تو سحر کھانے کی ممانعت نہیں جب تک صبح صادق نہ ہو جائے بلاتکلف کھاؤ پیو۔

افطار:

آفتاب غروب ہو جانے کے بعد افطار میں دیر نہ کرنی چاہئے البتہ جس روز ابر ہو احتیاط کے لئے دیر کرنا بہتر ہے، کھجور یا خرما سے افطار کرنا مسنون اور باعث ثواب ہے اور یہ نہ ہو تو پانی بہتر ہے۔ آگ کی پکی ہوئی چیز مثلاً روٹی، چاول، شیرینی وغیرہ سے افطار کرنے سے ہرگز کراہت اور نقصان روزہ میں نہیں آتا، البتہ بہتر یہ ہے کہ کوئی پھل وغیرہ دوسری چیز ہو اور خرما و کھجور وغیرہ سب سے افضل ہے۔ اگر کسی دوسرے کی دی ہوئی چیز سے روزہ افطار کروگے تو تمہارا ثواب ہرگز کم نہ ہوگا اس کو اللہ تعالیٰ اپنے پاس سے ثواب عطا فرمائے گا پھر تم اس کو واپس کر کے کیوں بخیل کہلاتے ہو، البتہ یہ مال حرام اور مشتبہ ہو تو ہرگز قبول نہ کرو، یہ حدیث وفقہ سے ثابت ہے، اگر روزہ افطار کرنے اور کھانے پینے کی وجہ سے مغرب کی نماز وجماعت میں غروب کے بعد دس بارہ منٹ کی تاخیر کر دی جائے تو کچھ مضائقہ نہیں اور افطار کرنے سے پہلے یہ دعا پڑھ لینا کافی ہے اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَبِكَ آمَنْتُ وَعَلٰى رِزْقِكَ أَفْطَرْتُ۔ اور افطار کرنے کے بعد یہ دعا پڑھے:-

ذَهَبَ الظَّمَاءُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوقُ وَثَبَتَ الْأَجْرُ اِنْشَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی۔

تراویح اور وتر:

عشار کے فرض اور سنت کے بعد بیس رکعت تراویح با جماعت مسنون ہے اگر حافظ بلا معاوضہ پڑھنے والا مل جائے تو تمام رمضان میں ایک قرآن مجید ختم کر دینا چاہئے۔ اس قدر زیادہ پڑھنا مکروہ ہے جس سے اکثر مقتدیوں کو تکلیف ہو اور تین دن سے کم میں ختم کرنا اچھا نہیں۔ اگر تراویح میں دو رکعت پر بیٹھنا بھول گیا اور پوری چار رکعت پر سلام پھیرا تو ان چاروں کو دو کی جگہ شمار کرنا چاہئے چار نہ سمجھے۔ جس شخص کی دو یا چار رکعت تراویح کی رہ گئیں وہ امام کے ہمراہ با جماعت تو پڑھ لے اور پھر اپنی باقی تراویح ادا کرے تو درست ہے، جس شخص کو عشار کے فرض با جماعت نہ ملے وہ وتر کو امام کے ساتھ با جماعت پڑھ سکتا ہے۔

جو حافظ روپے کی طمع میں قرآن شریف سناتا ہے اس سے بہتر وہ ہے جو اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ... سے پڑھائے۔ اگر اجرت مقرر کر کے قرآن مجید سنایا جائے تو نہ امام کو ثواب ہوگا نہ مقتدیوں کو۔ اس قدر جلد پڑھنا کہ حروف کٹ جائیں سخت گناہ ہے، نابالغ کو تراویح میں بھی امام بنانا جائز نہیں حدیث وفقہ سے ایسا ہی ثابت ہے۔

اعتکاف اور شب قدر:

اخیر عشرہ میں اعتکاف سنت ہے، اگر بستی میں کوئی بھی اعتکاف نہ کرے تو سب کے ذمہ ترک سنت کا وبال رہتا ہے، اعتکاف اس کو کہتے ہیں کہ اعتکاف کی نیت کر کے مسجد میں رہنا اور سوائے حاجت ضروری اور غسل و وضو کے باہر نہ آنا۔ خاموش رہنا اعتکاف میں ہرگز ضروری نہیں البتہ نیک کلام کرنا چاہئے، بدکلامی اور لڑائی جھگڑے سے بچنا چاہئے، اعتکاف اس مسجد میں ہو سکتا ہے جس مسجد میں پنجگانہ نماز جماعت سے ہوتی ہے۔ اگر پورے اخیر عشرہ کا اعتکاف کرنا ہو تو بیس تاریخ کو آفتاب غروب ہونے سے پہلے مسجد میں چلا جائے اور جب عید کا چاند نظر آئے تو اعتکاف سے باہر ہو، یہ بھی جائز ہے اور باعث ثواب ہے کہ ایک دو روز یا ایک آدھ گھنٹہ کے لئے اعتکاف کی نیت سے مسجد میں رہے۔ شب قدر کا رمضان کے اخیر عشرہ میں ۲۱ یا ۲۳ یا ۲۵ یا ۲۷ یا ۲۹ کو ہونا احادیث میں وارد ہے، لہذا ان مخصوص راتوں میں بہت محنت سے عبادت میں مشغول رہنا چاہئے۔

صدقۃ الفطر:

صدقۃ الفطر اس شخص پر واجب ہے جس کے پاس ضروریات خانہ کے علاوہ ساڑھے باون تولہ (تقریباً ۶۱۲ ½ گرام) چاندی یا اسی قدر وزن کے چاندی کے روپے ہوں یا زیور مال وجائداد یا تجارت کا مال ہو یا ساڑھے سات تولہ (تقریباً ۸۷ ½ گرام) سونا یا اسی قدر وزن کی اشرفیاں یا زیور ہوں یہ ضروری نہیں کہ اس پر سال بھی گزر گیا ہو۔ اگر کسی کے پاس بہت مال ہے لیکن قرض اس قدر ہے کہ اگر ادا کیا جائے تو ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کی قیمت کا اسباب باقی نہیں رہتا تو اس پر صدقۂ فطر واجب نہیں، جس شخص کے پاس مذکورہ بالا مال یا اس سے زیادہ ہو وہ اپنی طرف سے صدقۃ الفطر ادا کرے اور اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے بھی۔

زکوٰۃ:

مال کی جس مقدار پر صدقۃ الفطر واجب ہوتا ہے اسی مقدار پر زکوٰۃ فرض ہو جاتی ہے زکوٰۃ کا نصاب یہ ہے کہ مال کی مقدار کا چالیسواں حصہ (۲ ½ فیصدی) ادا کیا جائے مگر اس میں مال کا نامی ہونا اور مال پر سال گزر جانا ضروری ہے، سال ختم ہونے سے پہلے زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی، رمضان المبارک میں زکوٰۃ ادا کرنے میں زیادہ فضیلت ہے، طالبان علم دین زکوٰۃ کے بہترین مصرف ہیں اس میں دوہرا ثواب ہے، فرض کی ادائیگی کا اور اشاعت علم دین کا۔

رویت ہلال:

اگر مطلع صاف ہو تو رمضان اور عید کے چاند میں بہت سے لوگوں کا دیکھنا معتبر ہوگا۔ ایک یا دو کے قول کی سند نہیں، اگر مطلع صاف نہیں تو رمضان کے چاند میں ایک مسلمان کا خبر دینا کافی ہے خواہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ فاسق نہ ہو، چاند کے ثابت ہونے میں جنتری کا اعتبار نہیں ہے۔ ریڈیو پر چاند کی اطلاع کے معتبر ہونے نہ ہونے کی شرائط مستند علماء سے سمجھ لی جائیں اور عید کے لئے دو مرد ہوں یا ایک مرد اور دو عورتیں، یہ کہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ چاند دیکھا ہے اور شرط یہی ہے کہ فاسق اور بدکار نہ ہوں۔

ترکیب نماز عید:

پہلی تکبیر کے بعد ہاتھ باندھ کر سبحانک اللّٰھم آخر تک پڑھے اور دوسری و تیسری تکبیر میں ہاتھ چھوڑ دیئے جائیں اور چوتھی تکبیر میں ہاتھ باندھ لئے جائیں، امام سورۂ فاتحہ اور کوئی سورۃ پڑھے اور مقتدی خاموش رہیں۔

دوسری رکعت میں بعد فاتحہ اور سورت کے تین مرتبہ تکبیر کہیں اور ہر بار ہاتھ اٹھا کر چھوڑتے رہیں، پھر بغیر ہاتھ اٹھائے چوتھی تکبیر کہتے ہوئے رکوع کریں۔ اس نماز کا وقت آفتاب بلند ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے اور زوال کے پہلے تک رہتا ہے، بعد نماز امام خطبہ ماثورہ پڑھے اور مقتدی خاموشی کے ساتھ سنیں۔ خطبہ کے بعد دعا ثابت نہیں ہے، بلکہ نماز کے بعد ہی دعا سے فراغت کر لیں۔ نماز عید الفطر سے پہلے کوئی میٹھی چیز کھانا مستحب ہے۔

بقیہ صفحہ ۱۱

بعض ترمیمی واصلاحی شعر بھی ہیں جو لطف سے خالی نہیں۔

غرض اس مجموعۂ کلام کو پڑھ کر اچھے اچھے حاضر باشوں کو بھی مولانا ہی کی زبان میں کہنا پڑتا ہے ؎

احمد تجھے نہ جانا نہ سمجھا تمام عمر
گو ساتھ جا رہے ہیں ترے آ رہے ہیں ہم

خدا کرے یہ مجموعۂ کلام افسردہ دلوں کے دلوں میں گرمی اور خشک اور ویران آنکھوں میں کچھ نمی پیدا کرے کہ یہی اس کی اصل سوغات اور سوبات کی ایک بات ہے۔

ابو الحسن علی ندوی

مقدمہ

عرفانِ محبت

از: مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

مولانا شبلیؒ نے اپنی معرکۃ الآرا، کتاب شعرالعجم کے حصہ پنجم میں صوفیانہ شاعری کے باب کا آغاز کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:۔

"فارسی شاعری اس وقت تک قالب بے جان تھی جب تک اسمیں تصوف کا عنصر شامل نہیں ہوا، شاعری اصل میں اظہار جذبات کا نام ہے، تصوف سے پہلے جذبات کا سرے سے وجود ہی نہ تھا، قصیدہ مداحی اور خوشامد کا نام تھا، مثنوی واقعہ نگاری تھی، غزل زبانی باتیں تھیں، تصوف کا اصلی مایۂ خمیر عشق حقیقی ہے، جو سراپا جذبہ اور جوش ہے، عشق حقیقی کی بدولت مجازی کی بھی قدر ہوئی اور اس آگ نے سینہ و دل گرما دئیے، اب زبان سے جو کچھ نکلتا تھا گرمی سے خالی نہیں ہوتا تھا، ارباب دل ایک طرف، اہل ہوش کی باتوں میں بھی تاثیر آگئی"۔

(شعرالعجم حصہ پنجم (مطبع معارف اعظمگڈھ) صفحہ ۱۱۲)

مولانا نے صحیح لکھا ہے، لیکن یہ متصوفانہ شاعری مختلف طبعی، نسلی نیز سیاسی اور تاریخی اسباب کی بنا پر ایران میں پیدا ہوئی، عربی شاعری میں صوفیانہ کلام نہ ہونے کے برابر ہے، اور اگر کہیں ہے تو اس میں شک نہیں، حضرت علی مرتضیٰؓ، سیدنا زین العابدینؒ اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ یا بعض اولیاء کرام سے (جن کی زندگی عربی ماحول میں گزری) جو کلام منقول ہے اس کی نسبت صحیح نہیں، اور داخلی شہادتیں اس کی تردید کرتی ہیں کہ یہ ان کی زبان اور ان کا کلام ہے، عربی شاعری میں تصوف کا سارا سرمایہ سیدی ابن الفارض مصری (متوفی ۶۳۲ھ) کا عارفانہ و عاشقانہ کلام ہے جو مجاز، وحدت کے سرشار اور عربی کے قادر الکلام اور شیریں زبان شاعر تھے۔

اردو شاعری فارسی شاعری کی پروردہ نعمت ہے، اس کا تغزل، اس کی تشبیب، بہار کا مضمون، ساقی نامہ، مدحیہ قصائد کا گریز اور اس کی بہت سی مضمون آفرینیاں اور نازک خیالیاں فارسی شاعری کا چربہ اور کہیں کہیں اساتذۂ ایران کے اشعار کا ترجمہ معلوم ہوتا ہے، جس کو اگر بڑی احتیاط سے کام لیا جائے تو توارد کہہ سکتے ہیں، لیکن اردو کی صوفیانہ شاعری ایران سے مستعار لی ہوئی چیز یا فارسی شاعری کی نقالی نہیں کہ یہاں جو کچھ ہے اصل ہی اصل ہے، کیفیات باطنی ہیں اور واردات دل، چاشنی و نمکینی ترکیب کی چستی اور کلام کی برجستگی استعاروں اور تشبیہات کی نزاکت و لطافت یہ سب چیزیں مانگے کی ہو سکتی ہیں لیکن جوش و مستی، بیخودی و وارفتگی بغیر باطنی کیفیت، اندرونی سرشاری اور میخانۂ عشق سے براہ راست ربط و تعلق کے پیدا نہیں ہو سکتی۔ راقم سطور نے "تاریخ دعوت و عزیمت کے حصہ سوم میں حضرت مخدوم بہاریؒ کے مکتوبات کے باطنی و ادبی پہلو کی طرف توجہ دلاتے ہوئے لکھا ہے۔

"ناقدین ادب نے وقت، ماحول، فضا اور طبیعت کے فراغ کو ادب و شاعری کے لئے بہت زیادہ سازگار اور معاون عنصر تسلیم کیا ہے، اور بہت سے ادیبوں اور شاعروں نے اس کا اظہار کیا ہے کہ لب جو، کنارے دریا، گوشۂ چمن، فصل بہار، نسیم سحر، صبح کا سہانا وقت، ان کی شاعری اور ان کے ادب کے لئے محرک بن جاتا ہے، اور ان میں بہت سے لوگ ایسے مقام کی تلاش اور ایسے وقت کے انتظار میں رہتے ہیں، اسی طرح یہ حقیقت تسلیم کر لی گئی کہ روح کی لطافت اور دماغ کا سکون ادبیات کے لئے بہت معاون ہے۔ نہ بعض اہل دل کے کلام میں جو غیر معمولی حلاوت اور قوت ہے وہ ان کی روح کی لطافت اور قلب کی پاکیزگی اور اندرونی کیفیت و سرمستی کا نتیجہ ہے اور اس کے لئے وہ کسی خارجی مدد اور مقام اور وقت کے محتاج نہیں ہوتے، ان کی خوشی اور سرمستی کا سرچشمہ اور ان کی دولت کا خزانہ ان کے دل میں ہوتا ہے، خواجہ میر دردؔ نے جو صاحب دل اور صاحب درد تھے اس پورے گروہ کی ترجمانی اس شعر میں کی ہے ؎

جائیے کس واسطے اے دردؔ میخانے کے بیچ
کچھ عجب مستی ہے اپنے دل کے پیمانے کے بیچ

لیکن اردو میں یا تو اس دور کے صوفیانہ شاعری کے نمونے ملتے ہیں جب اردو نے بال و پر نکالے ہی تھے اور زبان ابھی عہد طفلی میں تھی، اس زمانے کا صوفیانہ کلام پڑھئے تو آج آپ کو لطف نہ آئے گا کہ متروکات سے بھرا ہوا اور نامانوس الفاظ سے گھرا ہوا، اس میں صرف میر سراج الدین سراج (م ۱۱۷۷ھ) کا استثناء ہے، جنھوں نے دکن کے ہوتے ہوئے خالص دلی کی زبان میں اپنے جذبات و واردات کا اظہار کیا، اور زبان ایسی منجھی ہوئی معلوم ہوتی ہے کہ جیسے مرزا مظہر جانجاناںؒ اور خواجہ میر دردؔ کی ہو ان کی ایک غزل کے مشہور شعر ہیں ؎

خبر تحیر عشق سن، نہ جنوں رہا نہ پری رہی
نہ تو تو رہا نہ تو میں رہا جو رہی سو بے خبری رہی

شہ بے خودی نے عطا کیا مجھے اب لباس برہنگی
نہ خرد کی بخیہ گری رہی، نہ جنوں کی پردہ دری رہی

چلی سمت غیب سے اک ہوا کہ چمن سرور کا جل گیا
مگر ایک شاخ نہال غم جسے دل کہیں سو ہری رہی

وہ عجب گھڑی تھی کہ جس گھڑی لیا درس نسخۂ عشق کا
کہ کتاب عقل کی طاق پر جو دھری تھی سو وہ دھری رہی

سراج کے بعد حضرت مرزا مظہر جانجاناں اور ان کے بعد خواجہ میر درد کے ہاں تصوف کے حقائق و مضامین اور میخانہ کی مستی اور سرشاری ملتی ہے، لیکن وہ تصوف کے اسرار و حقائق کے محرم اور صاحب حال ہونے کے باوجود اصلاً غزل گو شاعر تھے۔ ان کے تغزل میں ان کی کیفیات باطنی اور حرارت عشق کا اثر آگیا اور اس نے ان کے کلام کو حافظؔ کے کلام کی طرح سراپا انتخاب بنا دیا، اردو کے اسی دور آخر میں حسرتؔ، فانیؔ، اصغرؔ اور جگرؔ کے ہاں بھی محبت کا عرفان اور میخانۂ عشق کا فیضان ملتا ہے لیکن وہ بھی غزل کے پردے میں چھپا ہوا اور عشقیہ مضامین کے نیچے دبا ہوا ہے۔

اصل صوفیانہ کلام جس میں شاعرانہ محاسن، استادانہ مہارت، مضامین کی آمد، قوافی پر مالکانہ قدرت، اور تغزل کی چاشنی پورے طور پر پائی جاتی ہے وہ خواجہ عزیز الحسن مجذوبؔ کا کلام ہے، جو ازل سے عاشقانہ طبیعت لے کر آئے تھے، اور ایک شیخ کامل کی صحبت نے جو صاحب حال و قال تھا اس کو دو آتشہ بنا دیا۔

حضرت مجذوبؔ (جن کی زیارت کا شرف تو خال خال لیکن ان کے کلام کے دیکھنے اور اس سے لطف اٹھانے کی سعادت بار بار حاصل ہوئی) کے بعد دوسرے بزرگ جو سند ان عشق" اور جام شریعت دونوں کے جامع نظر آئے۔ حضرت مولانا محمد احمد صاحب پھولپوری (اطال اللہ حیاتہ و مد فیوضہ) ان کی تعلیم و تربیت، ان کا ماحول، ان کے معمولات زندگی، کسی چیز سے بھی کسی اجنبی کو اندازہ نہیں ہو سکتا کہ اللہ نے ان کو عشق و مستی کی ایک کیفیت اور اسی کے ساتھ طبیعت کی یہ موزونیت عطا فرمائی ہے کہ، ان کا کلام عشق و مستی سے بھرپور، اور معرفت و محبت کا "شراب طہور" نظر آتا ہے، ان کے کلام میں عشق و محبت کا مضمون اور گرمی و سرمستی اتنی نظر آتی ہے کہ ان کے دیوان کا نام صحیح معنی میں "عرفان محبت" ہی ہو سکتا ہے، اور جس نے یہ نام تجویز کیا اس نے اپنے حسن مذاق کا ثبوت دیا۔

مجھے ان کے کلام کے سننے کا شرف ان کی زبان مبارک سے بارہا ہوا، اور کبھی ان کے خادم خاص اور حافظ کلام، کامل صاحب سے سُنا، اور ہر مرتبہ دل میں یہ تحریک پیدا ہوئی کہ یہ کلام مرتب کر کے شائع کیا جائے تاکہ ان لوگوں کو بھی اس سے فیض اٹھانے اور اپنے دل کی انگیٹھی گرم کرنے کا موقع ملے جن کو کسی وجہ سے ان کی مبارک مجالس میں شرکت کا اتفاق نہیں ہوا، اس تحریک میں برادر زادہ عزیز محمد میاں مرحوم کا بڑا حصہ تھا، وہ عرصہ سے مولانا سے تقاضا کر رہے تھے کہ مولانا اپنا منتشر کلام جمع کر کے ان کو عنایت فرما دیں تاکہ وہ اس کو مرتب کر لیں۔ خدا کا شکر ہے کہ اس کا موقع ان کی زندگی میں آگیا، انھوں نے اس کو پڑھا اور عنوانات تجویز کئے۔ اب یہ مجموعہ میرے سامنے ہے، اس کو اس مجموعی شکل میں جب دیکھتا ہوں تو کلام کی بلندی، جامعیت، اور اشعار کی گرمی و مستی اور زیادہ بے نقاب ہو کر سامنے آتی ہے اس کو جہاں سے دیکھئے اور جدھر سے کھولئے "عرفان محبت" ہی نظر آتا ہے یہاں پر اس کے کچھ نمونے "مشتے نمونہ از خروارے" کے طور پر پیش کئے جاتے ہیں۔ کلام کا اصل جوہر اس کی گرمی و مستی ہے، اور مولانا نے صحیح کہا ہے ؎

خدا کا فضل ہے ورنہ میں اس قابل نہ تھا احمدؔ
کہ میں نے آگ جو بھر دی ہے اشعار محبت میں

اس مستی اور محبت و عشق کی قدر و احترام کا نمونہ دیکھئے ؎

لطف جنت کا تڑپنے میں جسے ملتا نہ ہو
وہ کسی کا ہو تو ہو لیکن ترا بسمل نہیں

ایک جگہ فرماتے ہیں ؎

نثار جان حزیں کر دے شوق سے احمدؔ
کھڑا ہے کون! ذرا دیکھ تیرے سرہانے

خواجہ میر دردؔ نے اپنے ایک شعر میں (جس کا لطف وہی لے سکتے ہیں جو اسیری محبت کی لذت و عزت کو سمجھتے ہیں) اس کی تمنا کی تھی کہ ان کو اس "بند محبت" سے کبھی آزاد نہ کیا جائے ؎

اپنے بندہ پہ جو تم چاہو سو بیداد کرو
پر کہیں جی میں نہ آ جائے کہ آزاد کرو

مولانا نے اس کو (تحدیث بالنعمۃ کے طور پر) ایک واقعہ کی طرح بیان کیا ہے ؎

نعمت یہ مبارک ہو کہ احمدؔ کبھی تجھ کو
وہ دام محبت سے نہ آزاد کریں گے

وہ لذت عشق سے پوری طرح آشنا اور اس کی قدر و قیمت سے آگاہ ہیں اس لئے ان کی زبان سے یہ اشعار نکلے ہیں جن سے فیضان محبت نہیں (جو جگرؔ کے نزدیک عطائے عام ہے) "عرفان محبت" کا اظہار ہوتا ہے جو عطائے خاص ہے، کہتے ہیں ؎

کوئی اہل محبت سے تو پوچھے
عجب شئے ہے صدائے لن ترانی

کسی نے اپنے بے پایاں کرم سے
مجھے خود کر دیا روح المعانی

عشق نے احمد مجلیٰ کر دیا
ورنہ ہم بھی آدمی تھے نام کے

میں تو اس قابل نہ تھا لیکن جنوں کے فیض سے
کھول دی ہے میں نے بھی احمدؔ دکان زندگی

وہ اسی کیف و مستی میں کبھی کبھی اسرار عشق و مستی وا شگاف کہہ جاتے ہیں ایک جگہ فرماتے ہیں ؎

پوچھئے مت یہ اسرار ہیں عشق کے
روتے روتے مجھے آ گئی کیوں ہنسی

ایک جگہ فرماتے ہیں ؎

نہیں ہیں جو ترے دیوانے آج تک وہ کبھی
خوشی میں رو نہ سکے غم میں مسکرا نہ سکے

ان کے نزدیک پروانہ کی طرح ایک دم جل کر مرجانا کمال نہیں، عشق کی آگ میں جلتے رہنا اور ہزار بار جینا ہزار بار مرنا کمال ہے۔ فرماتے ہیں ؎

کمال عشق تو مر مر کے جینا ہے نہ مرجانا
ابھی اس راز سے واقف نہیں ہیں بال پروانے

دوسری جگہ فرماتے ہیں ؎

رونا کبھی، ہنسنا کبھی، جلنا کبھی، بجھنا
الوان محبت ہیں یہ الوان محبت

خدا نے ان کو اس عشق و مستی میں تمکین و ہوش کا مرتبہ سمجھنے کی قوت و توفیق عطا فرمائی ہے، فرماتے ہیں ؎

بھٹک کے منزل جاناں سے دور جا پہنچے
جو جوش عشق میں جذبات کو دبا نہ سکے

وہ سمجھتے ہیں کہ ساقی کی نگاہ عنایت کا مستحق عالی ظرف، بے نوش بے رنگ ظرف عقل و دین فروش، فرماتے ہیں ؎

کریں گے خاک وہ رندی سمجھ چکا ہوں میں
جو ایک گھونٹ ہی پی کر لگے ہیں اترانے

ان کو ساقی سے ربط اندرونی کا ایسا اطمینان ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ جسمانی دوری سے بھی محرومی و مہجوری نہیں، فرماتے ہیں ؎

کہیں بھی ہم ہوں مگر فیض ہے یہ ساقی کا
ہمارے پاس پہونچے ہیں اڑ کے پیمانے

دوسری جگہ فرماتے ہیں ؎

میری دوری پسند ان کو ہے دوستو
اب تو دوری سے بڑھ کر حضوری نہیں

نیز ؎

عشق کا معجزہ اسے کہئے
دور ہو کر بھی میں نہیں ہوں دور

پھر وہ فرماتے ہیں ؎

بجز اس کے کہوں کیا تیری نظروں کی کرامت ہے
کسی کا مے نہ پینا اور پھر مخمور ہو جانا

ایک متبع شریعت شیخ اور ایک صحیح النسبۃ سلسلہ سے وابستگی نے آپ کے اندر طریقت پر شریعت کی ترجیح اور اتباع سنت کی ضرورت و اہمیت کو منکشف کر دیا ہے اور مختلف اشعار میں آپ نے اس حقیقت کو بیان کیا ہے ؎

اگر آزاد ہم ہوتے خدا جانے کہاں ہوتے
مبارک عاشقوں کے واسطے دستور ہو جانا

ایک جگہ فرماتے ہیں ؎

اب نہ افراط باقی نہ تفریط ہے
عشق کامل ہوا، معتدل ہو گیا

ایک جگہ فرماتے ہیں ؎

لذت بندگی کے سامنے ہے
ہیچ سب حال و قال کی لذت

اس تحقیق و استقامت نے مولانا کو نفس و شیطان کے مکائد اور امراض نفس سے آگاہ کر دیا، اور آپ نے ان امراض و نقائص کی پردہ کشائی فرمائی۔ ایک جگہ فرماتے ہیں ؎

کوئی بھی منزل عرفاں تک پہنچ سکا
کسی کو نفس، کسی کو کمال نے مارا

ایک جگہ فرماتے ہیں۔

کھل گئی جب سے چشم بصیرت
اپنی نظروں سے خود گر گئے ہم

ایک جگہ فرماتے ہیں۔

تیرے کرم خاص پہ سو جان سے قربان
میں اس سے ہوں ممتاز کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں

ایک جگہ فرماتے ہیں ؎

جو ہے اہل عشق کی ابتدا جو ہے اہل عشق کی انتہا
میں تباہ حال ہوں بے نوا، مرا اعتراف قصور ہے

اس حقیقت شناسی نے مولانا میں تفویض و تسلیم کی شان پیدا کر دی۔ اور "جیب تمنا ہی" کا عالم نظر آیا، فرماتے ہیں ؎

ہوتی نہ یوں تکمیل محبت
اپنی تمنا ہوتی جو پوری

دوسری جگہ فرماتے ہیں ؎

ان کی طلب ہے مقصد اعظم
اور ہر اک شئے غیر ضروری

بہت سے اشعار سادگی و پُرکاری کا نمونہ ہیں، جن میں فرماتے ہیں ؎

آتش عشق نے جلا ڈالا
زندگی ہم نے مر کے پائی ہے

عمر غفلت میں ہو گئی برباد
میرے مالک تری دہائی ہے

میں وہ عاصی ہوں دیکھ کر جس کو
رحمت حق بھی مسکرائی ہے

یا مثلاً ؎

مر کے ہوتی ہے زندگی حاصل
ایسے مرنے کی تم دعا کرنا

خلوص دل سے پکارے اگر کوئی ان کو
ہر ایک نام ہی ان کا پھر اسم اعظم ہے

تسلیم کہ حاصل تجھے ہر علم و ہنر ہے
لیکن یہ بتا کچھ تجھے اپنی بھی خبر ہے

ایک جگہ مسلمانوں کو عام خطاب کیا ہے اور ان کو تبلیغ و ہدایت کا فریضہ یاد دلایا ہے، یہ اسی سے زائد اشعار کی ایک نظم ہے جس کا مطلع ہے ؎

رحمت کا ابر بن کے جہاں بھر میں چھائیے
عالم یہ جل رہا ہے برس کر بجھا دیجئے

اس میں تبلیغ بھی ہے تصوف بھی۔

مجاہد کی فضیلت و مرتبہ پر بھی ایک نظم ہے جس سے مولانا کے اندرونی جذبات کا اندازہ ہوتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ تصوف تعطل و فرار نہیں سکھاتا وہ دین کی حمیت اور اسلام کی حمایت کا جذبہ بھی ابھارتا ہے،

اردو کے بعض مشہور اساتذہ و شعراء کے اشعار پر تضمین دو ہوں پر مولانا کے

(بقیہ صفحہ ۹ پر)

ایک خوددار اور غیور لیبیائی کی وصیّت

باشندگانِ لیبیا کے نام

محمود حکیم

میں لیبیا کا باشندہ ہوں، اسلام میرا عقیدہ ہے، عربی میری زبان ہے آزادی سے میں بے پناہ محبت کرتا ہوں اور تمام لوگوں کے لئے خیر و نصیحت پسند کرتا ہوں اور میری آرزو ہے کہ ہر گھر، ہر گاؤں، ہر شہر چہار دانگ عالم میں سکون و چین رہے۔

میں نے اپنے محبوب ملک کو چند سال قبل خیر باد کہہ دیا میں نے وطن چھوڑ دیا کیونکہ وہ وسیع رقبہ کے باوجود میرے لئے تنگ تھا میں نے اس کو خیر باد کہہ دیا کیوں کہ میری محبوب شے آزادی کو خطرہ لاحق تھا، میں نے مدرسہ میں پڑھا تھا کہ وطن سے محبت ایمان کا ایک جزء ہے اور مجھے بتایا گیا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ دولت اسلامیہ کے سربراہ، اپنی قوم کو تعلیم دیتے تھے کہ لوگ آزاد پیدا ہوئے ہیں اور کسی کو غلام بنانے کا حق نہیں ہے اور حضرت اپنے گورنروں کو حکم دیتے تھے کہ مسلمانوں کو اتنا نہ پریشان کرو کہ وہ ذلیل ہو جائیں، لا تضربوا المسلمین فتذلوھم۔

اچانک میں نے محسوس کیا کہ ظالم اور جابر فوجی حکمرانوں کے قدم میرے گھر سے قریب ہوئے ہیں اور آزادی، چین و سکون، وطن سے محبت کی، ظالم و ڈکٹیٹرانہ نظام میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔ راہ لگاؤں اچرا ہے کی گفتگو صرف گذارتی کے ارد گرد چکر کاٹتی ہے پھانسی کے ارد گرد، عمارتوں اور جائدادوں کی ضبطی اور جائز و ناجائز مال و دولت کی قرقی کے ارد گرد گھومتی ہے۔

میں مالدار نہیں ہوں نہ میرے پاس بڑی بڑی عمارتیں ہیں، میں ایک عام شہری ہوں میرے پاس ایک زندہ دل ہے، سر بلند ناک ہے، پیشانی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو جسم انسانی کے اوپری حصہ میں بنایا ہے اور وہ اللہ واحد کے علاوہ کسی اور کے سامنے نہیں جھکتا۔

میرا سر بلند ہے میرا دل زندہ ہے، شریف ہے اور حق پسند ہے اور میں ایک ایسی باعزت زندگی گذاروں جس میں کرامت اور شرافت کو پورے پورے مواقع حاصل ہوں، میں نے ملک کو خیر باد کہہ دیا، میں نے ملک کو بادل نخواستہ چھوڑا، میں نے بہت سوچا کہ کیا کروں کہاں جاؤں، دوستوں سے مشورہ کیا کہ میں کہاں جاؤں، بعض نے کہا قاہرہ چلے جاؤ، کیونکہ مصر میں اجنبیت کا احساس نہیں ہوتا ہے وہ ہر شخص کے لئے کھلا ہے اور لیبیائیوں کے لئے ایک اسوہ ہے، بعض نے کہا میں تونس چلا جاؤں جہاں میرے باپ دادا نے پناہ لی، جب ان کو اطالوی سامراج نے زندگی دوبھر کردی۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ مراکش کے لوگ بہت شریف ہیں وہ لوگ گہرے اور اچھی روایات کے حامل ہیں اور ان کا سربراہ خوددار، غیور بادشاہ ہے، کچھ نے کہا ان عرب ملکوں کو چھوڑ دو وہاں ہمیشہ گردش رہتی ہے اور حالات بدلتے رہتے ہیں آج وہ تمہارا اگر مجوشی سے استقبال کریں گے اور کل تم کو لقمہ تر بنالیں گے، تمہارے سامنے صرف ایک راہ ہے کہ تم پیرس چلے جاؤ، روم چلے جاؤ، بون چلے جاؤ، لندن جاؤ اور دور دراز امریکہ چلے جاؤ، ان ممالک کی بنیادی خصوصیت ہے کہ وہ مستقل مزاج ہیں، قدیم روایات کے پابند ہیں، نہ ان کو جولانی طبع توڑے گی اور نہ کوئی اچانک انقلاب اس کو پارہ پارہ کرے گا میں نے اپنے اور اپنے نفس کے درمیان طویل گفتگو کے بعد فیصلہ کیا کہ ایک یوروپی ملک کے دار السلطنت چلا جاؤں اور میں بہت سے عربوں سے ملا، اور میں آزادی محسوس کرنے لگا، چین محسوس کرنے لگا، اور میں واقف ہونے لگا کہ یہ قوم کس طرح اپنے بچوں کو آزادی کی محبت کی تعلیم دیتی ہے اور خودداری میں ان کو کس قدر استحکام حاصل ہے، ریڈیو پر، اخبارات میں، اظہار خیال کے مواقع پر، انتخابات میں جو رواں دواں ہے، چلتی پھرتی ہے نشیط ہے، آزادی و حریت ہے، حرکت و جنبش ہے، یہاں والوں کو دیکھئے کہ وہ کس طرح اپنے جلوس کو منظم طور پر نکالتے ہیں اور ہر ہفتہ نکال سکتے ہیں کوئی ان کی چاپلوسی نہیں کرپاتا ہے۔

خدایا! میری قوم کو آزادی کب ملے گی، آزادانہ اور صاف ستھرے کب انتخابات ہوں گے، اکثریت کی ایک آواز پر کب حکومت کرے گی۔

ہجرت کے سالوں کے دوران میں سخت تکلیف اور کرب و بے چینی محسوس کر رہا تھا، جیسا کہ پوری لیبیائی قوم جابر، ظالم ڈکٹیٹر معمر القذافی کے تحت محسوس کر رہے ہیں ابھی تو امید پر زندہ ہوں اور یوم نجات سے قریب ہوتا جا رہا ہوں، میں ملک کی خبروں کو تفصیل سے اور مسلسل سنتا ہوں ملکی خبروں کو نشریاتی اداروں، اخبارات اور لوگوں کی زبانوں پر تلاش کرتا ہوں۔

۱۹۸۰ء کے اوائل میں میں نے لیبیائی سیاست میں کچھ نئی چیزیں دیکھیں اور قتل کے واقعات بکثرت ہونے لگے اور لوگ خوف و ہراس محسوس کرنے لگے اور انقلابی کونسلیں زبان زد ہو گئیں اور کہنے لگے کہ سفاک قذافی کا جنون ہر چیز کر سکتا ہے۔ لوگ گفتگو کر رہے تھے اور تجزیہ کر رہے تھے کہ اس کا جواب کھل کر آگیا، سہ پہر کے وقت لندن کی سب سے بڑی مسجد میں اور شاید یورپ کی سب سے بڑی مسجد میں بعد نماز جمعہ متصلاً ۱۱ر اپریل ۱۹۸۰ء کو قذافی کی گولیوں نے مسجد کے امن و سکون کو غارت کر دیا اور نمازیوں کی آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبا اٹھیں، محمد رمضان شہید کر دیے گئے تھے۔ لیبیائیوں نے شہید کر ڈالا اور وہ بھاگنے میں کامیاب ہو گئے، افسوس، پشیمانی، بہت سے غیر لیبی عرب نمازی کہہ پڑے محمد مصطفےٰ کو قذافی نے شہید کر ڈالا اور شام کو ٹیلیویژن کے پردوں اور لاوڈ اسپیکروں پر اعلان ہونے لگا کہ قذافی ان تمام لیبیائیوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر مار ڈالے گا جنھوں نے قذافی کی تخلیق کردہ جمہوریت کو ترک کر دیا ہے،

یہاں سے ابتدا ہوتی ہے، قذافی کے قاتل پورے یورپ میں دہشت پھیلانے لگے، مار دھاڑ کی فلموں کا ہیرو ہچکاک ——— (HITCHCOCK) مر گیا قبل اس کے کہ وہ قذافی کو اپنی مشہور اور خوفناک فلم میں مار دھاڑ کرتے ہوئے دیکھے۔

قذافی کے آلۂ کار تربیت یافتہ ہیں، ان کو فوجی کیمپوں میں ٹریننگ دی گئی ہے اور اپنی زیر نگرانی مہینوں تک دہشت گردی کی ہے اور کہہ دیا ہے کہ میں تم کو لاکھوں روپے دوں گا جن کو میں نے خائنوں سے چھینا ہے ڈرنے اور گھبرانے کی کوئی بات نہیں میرے دشمنوں کا صفایا کر دو، قوم کے دشمنوں کا صفایا کر دو، تم کو تو پیسہ چاہئے اور پیسہ تو میرے پاس ہے۔

اس وقت سے میں نے کفن پہن لیا ہے اور دوستوں اور چاہنے والوں سے رخصتی لے لی ہے اور کہہ دیا ہے کہ میں قذافی کی سفاکیت سے راہ فرار نہیں اختیار کروں گا اور میں مجرموں، قاتلوں اور خائنوں کے لئے میدان خالی نہیں چھوڑوں گا۔

صفائی دینے والی باتیں ختم ہو گئیں، شک و شبہ اور تردد کے اسباب پر بھی نظر ڈال لی اور ممکن نہیں ہے کہ ہر لیبی قذافی کی قطار میں کھڑا ہو جائے اور ظالموں، مجرموں اور قاتلوں میں سے ہو جائے وہ تعداد بہت کم ہے وہ کیسے کھڑے ہوں گے، انھوں نے محرمات کی بے حرمتی کی ہے، عزت و ناموس کی پردہ دری کی ہے اور مال و دولت پر زبردستی قبضہ کر لیا ہے اور اپنے کالے کرتوت پھیلا رہے ہیں۔

میں ہر جگہ موجود ہوں، ہینڈ بل پمفلٹ تقسیم کروں گا، اخباروں کے لئے لکھوں گا، عالمی تنظیموں سے رابطہ قائم کروں گا، جلوس منظم کروں گا۔ میرا ہتھیار حق بات کہنا ہے مال و دولت جمع کرنا ہے اور ان سرکشوں کے خلاف تمام قانونی وسائل اختیار کرنا ہے اور موقع و محل کے لحاظ سے اپنی بات کہنی ہے۔

میں مدرسہ میں ملوں گا، میں یونیورسٹی میں ملوں گا، میں مسجدوں میں رہوں گا، بازاروں میں رہوں گا، کھیتوں میں جاؤں، کیمپوں میں جاؤں گا، میں تعلیم یافتہ ہوں، میں کسان ہوں میں سپاہی ہوں، میں طالب ہوں، میں تاجر ہوں۔

میں نے تمام آرام و آسائش کو چھوڑ دیا، تعلیم بند ہو گئی اور میں نے ہر چیز کو ایک وقت کے لئے موخر کر دیا، میرا مسئلہ ہر لیبیائی عورت اور مرد کا مسئلہ ہے، میں ایک ایک لمحہ لیبیا کے لئے زندہ رہوں گا، اس خاطر کہ کہیں ہم سے جدا نہ ہو جائے۔

جب کوئی قوم ظالم کو ظالم کہنے سے ڈرے تو اس سے ایمان رخصت ہو جاتا ہے۔

(حدیث شریف)

ہر مرد اور عورت لیبیائی کو میں وصیت کرتا ہوں کہ وہ حتی المقدرت مقابلہ کے لئے تیار ہو جائے۔ . . . ہر شخص اپنی استطاعت کے مطابق چاہے وہ لیبیا میں رہتا ہو یا باہر

(بقیہ صفحہ پر)

نظام زکوٰۃ کے قانون میں ملت کے اجتماعی مفاد کو پیش نظر رکھا گیا ہے

(صدر ضیاء)

آج کے تاریخی دن مسلمانوں کا صدیوں پرانا انتظار ختم ہو گیا

خدا کا حکم بجا لاکر حقیقی اسلامی معاشرہ کی تشکیل میں مدد دیجئے

[illegible]

معدنیات، زرعی پیداوار اور مویشیوں پر بھی زکوٰۃ و عشر وصول کیا جائیگا

صدر جنرل محمد ضیاء الحق نے زکوٰۃ و عشر سے متعلق آرڈیننس جاری کر دیا

[illegible]

نتیجہ امتحانات سالانہ معہد (ثانویہ) دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ بابت سنہ ۱۴۰۰ھ ۱۹۸۰ء

درجہ ہفتم

۱۔	محمد اکرم	اول
۲۔	خالد زبیر	"
۳۔	محمد صغیر	"
۴۔	محمد حمزہ	"
۵۔	محمد عظیم	"
۶۔	محمد ارشد حسین	"
۷۔	عبد المنان زبیری	"
۸۔	عبد الحمید	"
۱۰۔	عیاض خاں	"
۱۰۔	محمد ایوب	"
۱۱۔	محمد حبیب حسن	"
۱۲۔	محی الدین صدیقی	دوم
۱۳۔	محمد شہود	"
۱۴۔	عزیز حسن	"
۱۵۔	کرامت حسین	"
۱۶۔	عبد الرشید	"
۱۷۔	انتخاب الرحمٰن	مترقی
۱۸۔	عبد الملک	"
۱۹۔	فیاض احمد	نتیجہ محفوظ
۲۰۔	قمر الہدیٰ	"
۲۱۔	شمشاد عالم	"
۲۲۔	عبد الصمد	"
۲۳۔	محمد طاہر علی	"
۲۴۔	بختیار عالم	"

درجہ ششم

۱۔	سید محمد حبیب	اول
۲۔	جمال اختر	"
۳۔	محمد ناظم	"
۴۔	ارشاد احمد	"
۵۔	مبین احمد	"
۶۔	محمد فرقان	دوم
۷۔	نفیس بیگ	"
۸۔	افتخار عالم	"
۹۔	احتشام الرحمٰن	"
۱۰۔	انیس احمد	سوم
۱۱۔	محمد مدثر فاروقی	مترقی
۱۲۔	محمد مصطفیٰ ابن احمد	"
۱۳۔	مجیب اختر	"
۱۴۔	سید محمد اعجاز الحق	"
۱۵۔	محمد عرفان	"
۱۶۔	مطیع اللہ خاں	محفوظ
۱۷۔	سید حمزہ فردوسی	"
۱۸۔	محمد سلیمان	"

درجہ پنجم

۱۔	محمد اعجاز	اول
۲۔	کلیم خان	"
۳۔	محمد اختر	"
۴۔	محبوب خاں	"
۵۔	طارق شفیق	دوم
۶۔	محمد عثمان	"
۷۔	محمد سلمان	"
۸۔		"
۹۔	محمد اسلم	"
۱۰۔	خباب عالم	"
۱۱۔	شاہ آصف جیلانی	سوم
۱۲۔	اویس احمد	"
۱۳۔	سیف اللہ	"
۱۴۔	اشفاق الرحمٰن	مترقی
۱۵۔	محمد عامل	"
۱۶۔	جاوید اختر	"
۱۷۔	عنایت اللہ	"
۱۸۔	ریاض الحسن	"
۱۹۔	عبد الحمید	"
۲۰۔	اصغر عزیز	محفوظ
۲۱۔	محمد الیاس	"

درجہ چہارم (الف)

۱۔	خالد اشرف	اول
۲۔	محمد حبیب اللہ خاں	"
۳۔	قمر الزمان	"
۴۔	شہاب عالم	"
۵۔	حفیظ اللہ	دوم
۶۔	جنید احمد	"
۷۔	محمد وزیر احمد	"
۸۔	عبد الرحمٰن	"
۹۔	محمد احمد	مترقی
۱۰۔	محمد صہیب قریشی	"
۱۱۔	محمد اصغر	"
۱۲۔	اسماء صدیقہ	"
۱۳۔	عقیل الرحمٰن	"
۱۴۔	عارفہ خاتون	"
۱۵۔	پرویز اختر	محفوظ
۱۶۔	محبوب السلام	محفوظ

درجہ چہارم (ب)

۱۔	عبد الرافع	اول
۲۔	خلیل احمد	"
۳۔	شکیل احمد	دوم
۴۔	مشیر احمد	"
۵۔	محمد فصیح	"
۶۔	محمد مصباح الدین	"
۷۔	عظمت علی	"
۸۔	رضوان احمد صدیقی	"
۹۔	محمد یونس	سوم
۱۰۔	معین الدین	مترقی
۱۱۔	محمد فاضل	"
۱۲۔	جاوید علی	"
۱۳۔	محمد عمر اقبال	"
۱۴۔	سہیل احمد	محفوظ
۱۵۔	نجم الزماں	محفوظ

درجہ سوم (الف)

۱۔	شمیم انصاری	اول
۲۔	انتخاب عالم	"
۳۔	محمد صادق	"
۴۔	ملک محمد یعقوب	"
۵۔	محمد ناصر	دوم
۶۔	سراج الدین	"
۷۔	ضیاء اللہ	"
۸۔	عثمان بیگ	سوم
۹۔	غفران احمد	"
۱۰۔	ظفر الدین	"
۱۱۔	محمد شکیل	"
۱۲۔	اختر امام	"
۱۳۔	فرید احمد	"
۱۴۔	نعیم اللہ	"
۱۵۔	محمد افضل بٹ	"
۱۶۔	عمر فاروق	مترقی
۱۷۔	شمیم اختر	"
۱۸۔	مشکور احمد	"
۱۹۔	محمد عرفان صدیقی	"
۲۰۔	معراج احمد	محفوظ
۲۱۔	محمد ادریس	"

درجہ سوم (ب)

۱۔	محمد مسعود	اول
۲۔	مرتضیٰ علی	"
۳۔	محمد آصف الرحمٰن	"
۴۔	معین احمد	"
۵۔	صبا ظفر	"
۶۔	ابرار عالم	"
۷۔	حمید اللہ	"
۸۔	محمد نجم	"
۹۔	عابرہ بیگم	"
۱۰۔	رفیع اللہ	"
۱۱۔	ظہیر احمد	"
۱۲۔	محمد شفیع الدین	"
۱۳۔	شمس الحق	دوم
۱۴۔	آمنہ تسنیم	"
۱۵۔	محمد عظیم	"
۱۶۔	محمد ناصر	مترقی
۱۷۔	بشریٰ نکہت	"
۱۸۔	ضمیر علی	محفوظ
۱۹۔	شکیل احمد	"

درجہ دوم (الف)

۱۔	محمد طاہر آسامی	اول
۲۔	محمد منیر	"
۳۔	نظام الدین	"
۴۔	عبید الحق	"
۵۔	ابو محمد عامر	"
۶۔	محمد جنید	"
۷۔	نصیر الدین	"
۸۔	محمد انیس	"
۹۔	خلیل الدین	"
۱۰۔	محمد عثمان	"
۱۱۔	محمد فاروق	"
۱۲۔	مجیب الرحمٰن	"
۱۳۔	احمد علی	"
۱۴۔	محمد عامر	"
۱۵۔	محمد سلیم	دوم
۱۶۔	عطاء الرحمٰن	"
۱۷۔	محمد رفیع	"
۱۸۔	پرویز احمد	"
۱۹۔	نذیر احمد	مترقی
۲۰۔	محمد عتیق خاں	محفوظ

(بقیہ صفحہ ... پر)

دار العلوم ندوۃ العلماء — خدمات و ضروریات

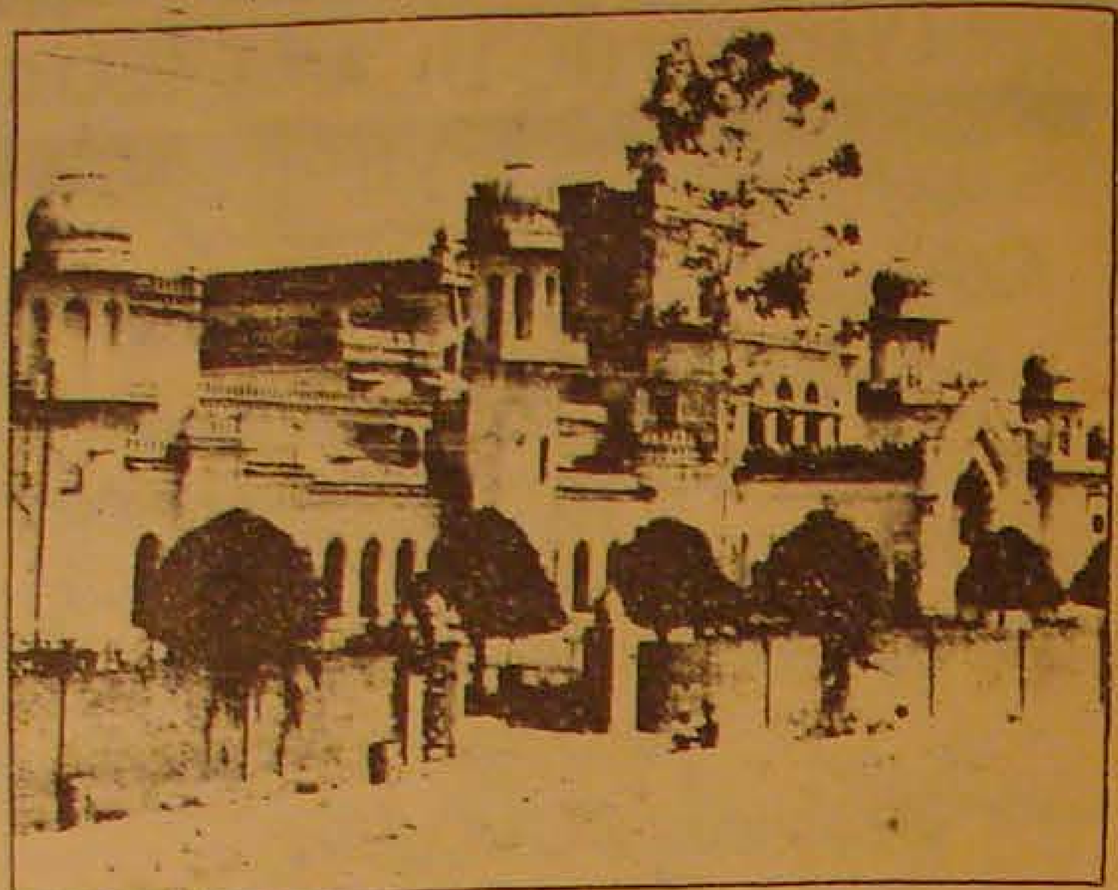

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

دار العلوم ندوۃ العلماء محتاج تعارف نہیں ہے، اس کے قیام کو ۸۵ برس ہو گئے ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ اس اثناء میں اس نے گرانقدر علمی اور دینی خدمات انجام دی ہیں۔ تصنیف و تالیف، درس و تدریس، پند و مواعظ غرض ہر شعبہ میں اسکے فرزندوں اور سرپرستوں نے قابل قدر کام کیے ہیں، خوش قسمتی سے تقریباً بائیس برس سے حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی مدظلہ کی اس کو توجہ اور سرپرستی حاصل ہے جنکے دور نظامت میں اسکی شہرت دنیا کے گوشہ گوشہ میں پہنچ چکی ہے اور بجا طور پر آج وہ ایک عظیم اسلامی مرکز بن گیا ہے نیز اس نے ایک بین الاقوامی دینی درسگاہ کی حیثیت اختیار کر لی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ اس نے تعلیمی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ ندوہ کو دینی روح اور دعوتی جذبہ سے بھی نوازا ہے، سالہا سال سے اسلامی تعلیمات کی نشر و اشاعت اور دینی زندگی کے فروغ کے لئے اسکے طلبہ، اساتذہ اور کارکنان بڑی سرگرمی سے کوشاں ہیں، تبلیغ و دعوت کی جانب خاص طور سے متوجہ ہیں (طلبہ اپنے تعلیمی مشاغل اور علمی ثقافتی سرگرمیوں کیساتھ ساتھ جو ندوۃ العلماء کا ہمیشہ سے طرۂ امتیاز رہا ہے، دینی زندگی میں بھی ممتاز ہیں) جناب ناظم صاحب ندوۃ العلماء کی فکری رہنمائی اور عملی نگرانی میں وہ علم دین کے مراحل بڑی خوبی و خوش اسلوبی سے طے کر رہے ہیں۔ ان علمی و روحانی مشاغل میں انہماک کے ساتھ طلبہ کی صحت و ورزش، خورد و نوش وغیرہ کی جانب بھی خصوصی توجہ کی جا رہی ہے۔

اسوقت دار العلوم ندوۃ العلماء میں ہندوستان کے مختلف علاقوں کے علاوہ ملیشیا، انڈونیشیا، تھائی لینڈ، جنوبی افریقہ، ترینداد، یوگنڈا اور دوسرے ممالک کے طلبہ بھی زیر تعلیم ہیں مختلف ملکوں سے برابر داخلے کی درخواستیں آتی رہتی ہیں، اللہ کے فضل سے عرب ممالک میں ندوہ کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، اندرون و بیرون ملک کے مسلمانوں کی توجہ اسکی تعلیم و تربیت سے استفادہ کی خواہش روز افزوں ہے۔ ان اسباب کی بنا پر داخلوں کی تعداد میں غیر معمولی اضافہ ہو گیا ہے جس کی وجہ سے مزید نئی اقامت گاہوں کی بیحد ضرورت ہے اسکے علاوہ دار العلوم کے مختلف شعبوں مثلاً دفاتر، لائبریری وغیرہ کے لئے علیحدہ مستقل عمارتیں درکار ہیں، انہی ضروریات کو سامنے رکھ کر مدرسہ ثانویہ کی نئی عمارت (جس کا نام اب معہد دار العلوم ہے) کی تکمیل تیزی کے ساتھ ہو رہی ہے اسکا تعمیری کام اختتام کے قریب ہے اسی کے ساتھ اللہ کا نام لیکر طلبہ کی نئی اقامت گاہ "رواق اطہر" کا سنگ بنیاد [illegible] کو رکھا گیا تھا جس کا ایک گوشہ تیار ہو گیا زیر استعمال ہے اور دوسرا گوشہ زیر تعمیر ہے۔

"معہد دار العلوم" میں جس کو ایک معیاری مدرسہ ثانویہ بنایا جا رہا ہے باوجود وسعت کے گنجائش ختم ہو چکی ہے اور امسال کثیر تعداد میں طلبہ کو واپس کیا گیا ہے۔ اسی طرح دار العلوم میں بھی بہت سے داخلے محض انہی مجبوریوں کی بنا پر نہیں کیے جا سکے۔ یہ صورت حال ذمہ داران دار العلوم کے لئے باعث فکر ہے اور محض جگہ کی تنگی کی وجہ سے شائقین علم دین کو واپس کرنا نیز مقیم طلبہ کی بڑھتی ہوئی دشواریاں اور ضرورتیں انکی فکر و بے چینی میں مزید اضافہ کا باعث ہیں، علاوہ ازیں عمارتوں اور ضروری تعلیمی سامان کی کمی کی وجہ سے بہت سے مفید علمی و دینی منصوبے پوری توجہ اور یکسوئی کے محتاج رہتے ہیں۔ ہماری خواہش اور درخواست ہے کہ آپ میں سے جن حضرات کو اللہ تعالیٰ توفیق دیں اور سہولت ہو وہ اپنی تشریف آوری سے حسب موقع ہمیں سرفراز فرمائیں خود آ کر ان نونہالان چمن کو دیکھیں، انکی ضروریات کو سمجھیں فی الوقت جو کام شروع کئے جا چکے ہیں یا مستقبل قریب میں فوری توجہ کے مستحق ہیں انکی تفصیل درج ذیل ہے۔

رواقِ اطہر

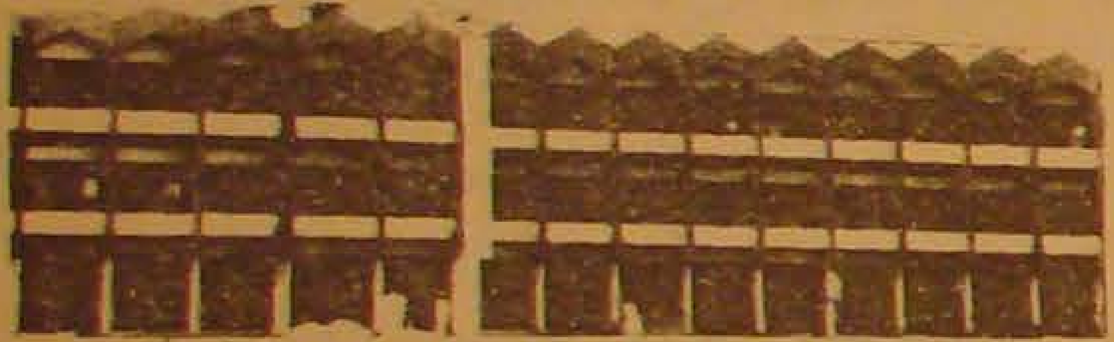

طلبہ کی اس سہ منزلہ عمارت کا مغربی حصہ جو تیس کمروں پر مشتمل ہے مکمل ہو گیا ہے اور اس میں طلبہ رہنے لگے ہیں اس کا مشرقی حصہ تکمیل کے آخری مرحلہ میں ہے۔ اس عمارت میں دو بڑے ہال بھی ہیں جو طلبہ اور دار الاقامہ کی علمی و ثقافتی ضروریات میں کام آسکیں گے مکمل ہو گئے ہیں اس میں مجموعی طور پر دو سو چالیس طلبہ قیام کر سکیں گے۔

معہد دار العلوم

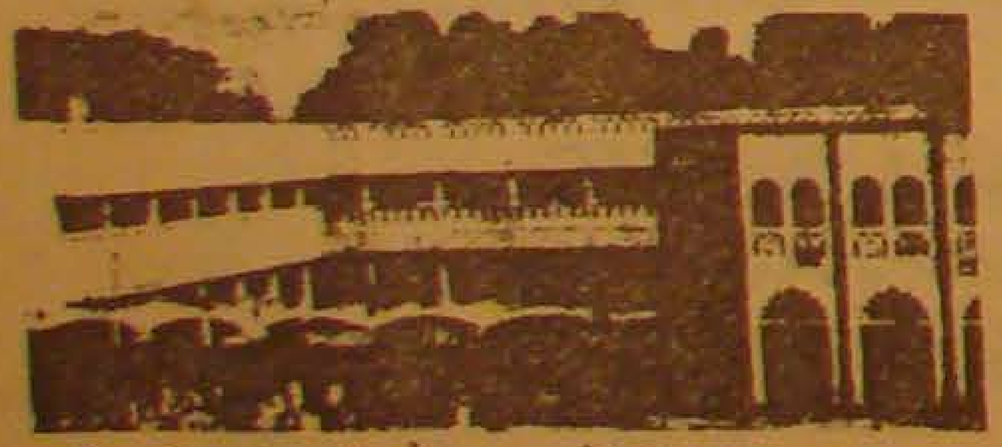

معہد دار العلوم (یا مدرسہ ثانویہ) یہ عمارت فی الوقت دو منزلہ ہے اکیس کمرے اور دو ہال ہیں۔ اس عمارت کے دونوں ہال فی الوقت چھوٹے بچوں کی رہائش گاہ کے طور پر استعمال ہو رہے ہیں۔ اس عمارت کے دونوں بازوؤں کو سائیکل اسٹینڈ اور وضو خانہ کا خوبصورت شیڈ ملاتا ہے، چھوٹے بچوں کی نماز باجماعت ایک ہال میں ہوتی ہے۔ اس عمارت کی تیسری منزل بھی زیر تعمیر ہے۔